﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 23 | جمعۃ المبارک 12 فروری 2016ء | 03 جمادی الاوّل 1437 ہجری قمری ❁ 12 تبلیغ 1395 ہجری شمسی | شمارہ 07

امین کی جزا

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ خزانچی جس کو کسی مال پر امین بنایا گیا ہو اگر وہ دیئے گئے حکم کے مطابق مال دیتا ہے اور پورا پورا اور خوشدلی اور بشاشت سے دیتا ہے تو وہ بھی صدقہ دینے والا شمار ہوگا۔ (یعنی اسے صدقہ دینے کا ثواب ملے گا۔)

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اجر الخازن الامین حدیث نمبر 1699)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

مجھے دین کے ظاہری اور باطنی علوم دیئے گئے ہیں اور مجھے صُحُفِ مُطَهَّرَه اور جو اُن میں ہے کا علم دیا گیا ہے۔

اُس شخص سے زیادہ بدبخت اور کوئی نہیں جو میرے مقام سے بے خبر ہے اور میری دعوت اور میرے کھانے سے مُنہ موڑتا ہے۔

مَیں از خود نہیں آیا بلکہ میرے ربّ نے مجھے بھیجا تا کہ مَیں اسلام کی حفاظت کروں اور اس کے معاملات اور احکام کی پاسداری کروں۔

”اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس شخص پر جسے اللہ نے مبعوث فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اُس کے علم پر بھی ایمان لاؤ جو اُس (خدا) نے اسے عطا فرمایا ہے تو وہ کہتے ہیں، کیا ہم اُس پر ایمان لائیں جو اس سے قبل ہمارے علماء کی مخالفت کرتا رہا ہے خواہ اُن کے علماء خطا کار ہی ہوں۔ دراصل یہ ایسے لوگ ہیں جو دنیوی زندگی پر مطمئن ہو چکے ہیں اور انہیں (آخرت کا) ڈر نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تُو فرستادۂ خدا نہیں، لیکن جس دن یہ ظالم، اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تب اُنہیں معلوم ہوگا کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ معاملہ مَن گھڑت ہے۔ ہرگز ایسی بات نہیں البتہ اُن کے اعمال (بد) نے اُن کے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے چنانچہ وہ مخالفت میں بڑھ گئے ہیں اور وہ غور سے دیکھنے والے نہیں۔ حقیقتاً ان کا علاج یہ ہے کہ وہ رات کی گھڑیوں میں نمازوں کے لئے اٹھیں، اور اپنے کمروں میں خلوت نشین ہو جائیں، اور دروازے بند کر لیں اور آنسو بہائیں، اور اپنی نجات کے لئے بے چین ہوں اور عاجزی اختیار کرنے والوں کی سی نماز پڑھیں اور تضرع کرنے والوں کی طرح سجدہ کریں، شاید اللہ اُن پر رحم فرماوے اور وہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اور یہ کیفیت انہیں کہاں نصیب ہو سکتی ہے جبکہ وہ خشیت وگریہ وزاری کی بجائے ہنسی اور استہزاء کو اختیار کرتے ہیں اور شدید تکذیب کرتے ہیں۔ اُن کو دور سے پکارا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں پکار کا ایک حرف بھی اُن کے کانوں سے نہیں ٹکراتا۔ اور وہ اُن مصائب کو نہیں دیکھتے جو ملّت پر وارد ہیں، اور نہ اُن زخموں کو جو دین کو کافروں کے ہاتھوں پہنچے ہیں۔ ان ایّام میں اسلام کی حالت اُس شخص کی طرح ہے جو سب مَردوں سے بڑھ کر خوبصورت، قوی، حسین اور خوبرو تھا پھر زمانے کی گردش نے بکثرت رونے کے سبب اس کی آنکھوں کو کمزور کر دیا اور اُس کے رخسار پر چھائیاں ڈال دیں۔ اور دانتوں پر جمی ہوئی زردی اور دانتوں کو بدنما بنا دینے والی بیماری نے اس کے دانتوں کی سفیدی کو زائل کر دیا۔ پس اللہ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اس زمانہ پر اس رنگ میں اپنا کرم فرمائے کہ اسلام کا حُسن وجمال اور اُس کی چمک دمک اُس کے پاس واپس لوٹ آئے۔ اور لوگوں میں مخلصین کی روح باقی نہ رہی تھی نہ صالحین کا صدق اور نہ ہی انقطاع الی اللہ کرنے والوں جیسی محبت۔ انہوں نے اِفراط وتفریط سے کام لیا اور دہریوں کی مانند ہو گئے اور ان کا اسلام محض چند رسوم ہیں جنہیں انہوں نے بصیرت، معرفت اور آسمان سے نازل ہونے والی سکینت کے بغیر اپنے آباء سے اخذ کیا ہے۔

پس میرے ربّ نے مجھے مبعوث فرمایا تا کہ وہ اپنی ہستی پر مجھے دلیل ٹھہرائے اور مجھے اپنے لطف وجُود کے باغ کا ایک شگفتہ خوش رُو پھول بنائے۔ پس میں آیا اور میرے ذریعہ سے اُس کی راہ ظاہر ہوگئی اور اس کی راہنمائی واضح ہوگئی۔ اور مجھے اس کے گمنام گوشے معلوم ہوگئے اور میں نے اس کے گھاٹوں پر پرورش کیا۔ یقیناً آسمان اور زمین بند تھے لیکن میرے آنے سے وہ کھول دیئے گئے اور طلباء کو میرے علوم کے ذریعہ سکھایا گیا۔ پس میں ہدایت میں داخل ہونے کا دروازہ ہوں، اور مَیں وہ نور ہوں جو راہ دکھاتا ہے اور خود دکھائی نہیں دیتا۔ مَیں رحمان کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہوں اور عطا کرنے والے والے خدا کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک ہوں۔ مجھے دین کے ظاہری اور باطنی علوم دیئے گئے ہیں اور مجھے صُحُفِ مُطهره اور جو ان میں ہے کا علم دیا گیا ہے۔ اُس شخص سے زیادہ بدبخت اور کوئی نہیں جو میرے مقام سے بے خبر ہے اور میری دعوت اور میرے کھانے سے مُنہ موڑتا ہے۔

مَیں از خود نہیں آیا بلکہ میرے ربّ نے مجھے بھیجا تا کہ مَیں اسلام کی حفاظت کروں اور اس کے معاملات اور احکام کی پاسداری کروں۔ مجھے اس وقت نازل کیا گیا جب سوچیں ختم ہو چکی تھیں اور خواہشات منتشر ہو چکی تھیں اور ظلمت کو اختیار کر لیا گیا تھا اور روشنی کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور تو مشائخ اور علماء کو برہنہ تن، ننگے بدن شخص کی طرح دیکھتا ہے۔ اُن کے پاس قرآن کے چھلکے اور فرقان کے ایک باریک ریشہ کے سوا کچھ نہیں۔ اُن کا دودھ خشک ہو چکا ہے اور ان کا قیمتی موتی ضائع ہو گیا ہے۔ اِس کے باوجود اُن کی جہالت اور عیوب کی بدبو کے ساتھ تکبر کی شدت مجھے تعجب میں ڈالتی ہے۔ وہ سچے کو گالی دے کر اور تکذیب اور عظیم بہتان باندھ کر اذیّت دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس (ایذا) کا اجر جنت نعیم ہے حالانکہ وہ (صادق) اُن کی طرف اس لئے آیا تھا کہ وہ اُنہیں خنّاس سے بچائے اور لوگوں کو اونگھ سے چھٹکارا دے۔ وہ مراتب کے دلدادہ ہیں اور علیم اور حساب لینے والے (خدا) کو چھوڑ رہے ہیں۔ خدائے رحیم کی طرف سے آنے والے سے منہ پھیر رہے ہیں حالانکہ وہ اُن کے پاس رحیم خدا کی طرف سے آیا ہے اور وہ اس طرح آیا ہے جیسے ہمدردی کرنے والے بیمار کے پاس آتے ہیں۔ وہ اُس (صادق) پر سنگدلی سے لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ وہ صلہ ہے جو وہ اُس ہمدردی کرنے والے کو دے رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ بادشاہوں کے ہاں بڑے بڑے مناصب سے عزت دیئے جائیں، حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کمینی دنیا کے تعلّقات کو مسترد کر دیں اور روشن دین کے رستے میں حائل روکوں کو دور کر دیں۔ وہ خواہشات کی طرف شتر مرغ کی سی تیزی سے دوڑتے ہیں اور ان (خواہشات) کو انہوں نے اپنی قیام گاہ بنا لیا ہے انہیں حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ وہ دنیا سے مسافر کی طرح گزریں اور اپنے آپ کو ایک غریب الوطن عاجز کی مانند رکھیں، لیکن تُو آج انہیں دیکھتا ہے کہ وہ حُکّام کے حضور عزت کے خواہشمند ہیں حالانکہ حقیقی عزت تو علّام خدا کی جناب سے ملتی ہے۔ اور جب ہم لوگوں کو رحمان کے دن (اللہ کی نعمتوں اور عذاب کے دن) یاد دلاتے ہیں اور انہیں شیطان سے اللہ کی جانب کھینچتے ہیں تو اچانک ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بھیڑیئے کی طرح ہم پر حملہ کر دیتے ہیں اور سانپ کی طرح ہمیں اپنی پُھنکار سے خوفزدہ کرتے ہیں۔ وہ کبھی بھی ہماری مجلس میں صحیح نیت اور سچے ارادے سے نہیں آئے پھر بھی وہ باخبر عالم کے اعتراض کرنے کی طرح اعتراض کرتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ان کا کیا حال ہے؟ اور کس چیز نے ان کو بھڑکنے والی آگ برداشت کرنے کی طاقت دی۔ وہ دنیا سے سیر نہیں ہوتے اور اُن کے دل میں اُس کی محبت جاگزین ہے اور اُس کے ساتھ ہی اُن کا دین سے بہت کم حصہ ہے۔ وہ **غیر المغضوب علیھم** پڑھتے ہیں مگر رحمٰن کی ناراضگی کی راہ پر چلتے ہیں گویا انہوں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ وہ جزا دینے والے (خدا) کی طرف سے آنے والے کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اور مَیں اُن کے پاس آنے والے حق کے انکار پر آہیں بھرتا ہوں اور وہ اندھے پَن کے باعث مجھے کافر قرار دیتے ہیں۔ وائے تعجب یہ کیسی عقل ہے؟ اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ میرے دکھ اور غم کی سوزش کو خوب جانتا ہے۔ وہ اپنے ربّ سے میری بیخ کنی کی دعا مانگتے ہیں اور جو میرے دل میں ہے اُسے وہ نہیں جانتے۔ اور اُن کی دعا اندھی اونٹنی کے قدم مارنے کی طرح ہے۔ پس وہ جو میرے لئے آفت اور مصیبت چاہتے ہیں انہیں پر لوٹا دی جائے گی۔ کیا ان کی دعا ایک ایسے شجرۂ طیّبہ کے متعلق قبول ہو سکتی ہے جو رحمٰن کے ہاتھ سے لگایا گیا ہے۔ تا ہر پرندہ جو اُس کا سایہ چاہتا ہے اس پر پناہ لے اور ایک بھوکے کی طرح اُس کا پھل چاہتا ہے۔ اور شیطان صفت شُکرے سے اَمان چاہتا ہے۔ کیا وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو دنیا کی سرسبزی، شادابی اور چمک دمک پر راضی ہو چکے ہیں اور اس کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور اس اژدھے سے جو مصیبت اُن پر آئے گی اُس سے وہ غافل ہیں۔ وہ دنیاوی خواہشات کے حصول کے موقع پر خوشیاں مناتے ہیں اور اس کا ذکر نخوت اور فخریہ الفاظ میں کرتے ہیں۔ مگر زندگی کے چلے جانے اور اُخروی مدارج سے محروم ہونے پر وہ کوئی درد محسوس نہیں کرتے۔ یقیناً دنیا ملعون ہے اور جو اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ اس کا ظاہر شیریں اور اس کا اندرونہ زہر ہے۔“ (تذکرۃ الشہادتین، عربی حصّہ کا اردو ترجمہ۔ صفحہ 23 تا 29)

''الفضل'' کا کام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنا، خلیفۂ وقت کی آواز ان تک پہنچانا، نیز جماعتی ترقی اور روزمرّہ کے اہم جماعتی حالات وواقعات سے باخبر رکھنا ہے۔

اس میں دنیا کے مختلف ممالک سے جماعتی مراکز کی رپورٹیں چھپتی ہیں جن سے مبلغین اور سلسلہ کے مخلصین کی نیک مساعی کا علم ہوتا ہے اور جماعت کی ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

''الفضل'' میں مختلف موضوعات پر اہم اور مفید معلوماتی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جو احباب جماعت کی روحانی پیاس بجھاتے ہیں اور ان کی دینی، اخلاقی اور علمی تعلیم وتربیت کا سامان کرتے ہیں۔ الفضل کا مطالعہ بہت سی بھٹکی روحوں کی ہدایات کا ذریعہ بھی ہے۔

''الفضل'' تاریخ احمدیت کا بنیادی مأخذ ہے۔ اب تو بہت سے ممالک سے جماعت کے رسائل وجرائد شائع ہوتے ہیں۔ لیکن ماضی میں ''الفضل'' ہی تھا جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

اگرچہ آج کے جدید دَور میں انٹرنیٹ پر بھی بے شمار لوگ اس کا مطالعہ کر لیتے ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں یہ سہولت میسر نہیں یا وہ اس کا استعمال نہیں جانتے اور وہ چھپے ہوئے اخبار ہی کا مطالعہ کرتے ہیں ایسے قارئین کی تعداد کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

الفضل کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کا محبت بھرا خصوصی پیغام

پیارے قارئین الفضل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزنامہ ''الفضل'' کو جاری ہوئے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ۔ محترم ایڈیٹر صاحب نے اس موقع پر ''الفضل'' کے خاص نمبر کے لئے مجھ سے پیغام بھجوانے کی درخواست کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہر لحاظ سے بہت بابرکت فرمائے اور اس کی تیاری میں حصہ لینے والوں اور مضمون نگاروں کی خدمات قبول فرمائے۔ آمین

یہ دَور دَورِ آخرین ہے۔ قرآن کریم کی پیشگوئی وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کے مطابق دَورِ آخرین کتب ورسائل کی نشر واشاعت کا دَور ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عہد مبارک میں 1913ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے استخارہ کرکے ''الفضل'' کا اجراء فرمایا۔ پہلے ہندوستان سے اور پھر تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا جماعت کا یہ ایک قدیم اور اہم اخبار ہے۔ اس کا آغاز بڑی قربانیوں سے ہوا۔ اس کے اجراء کے وقت حضرت اماں جانؓ نے اپنی ایک زمین عنایت فرمائی۔ حضرت امّ ناصرؓ نے اپنے دو زیورات پیش فرمائے جس میں سے ایک انہوں نے اپنے لئے اور ایک ہماری والدہ حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے استعمال کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بھی نقد رقم اور زمین پیش فرمائی۔

''الفضل'' کا کام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنا، خلیفۂ وقت کی آواز ان تک پہنچانا، نیز جماعتی ترقی اور روزمرّہ کے اہم جماعتی حالات وواقعات سے باخبر رکھنا ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات اور ارشادات شائع ہوتے ہیں۔ خلفائے احمدیت کے خطبات وخطابات اور تقاریر وغیرہ شائع ہوتی ہیں اور یہ خلیفۂ وقت اور احباب جماعت کے مابین رابطے اور تعلق کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس میں دنیا کے مختلف ممالک سے جماعتی مراکز کی رپورٹیں چھپتی ہیں جن سے مبلغین اور سلسلہ کے مخلصین کی نیک مساعی کا علم ہوتا ہے اور جماعت کی ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ ''الفضل'' میں مختلف موضوعات پر اہم اور مفید معلوماتی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جو احباب جماعت کی روحانی پیاس بجھاتے ہیں اور ان کی دینی، اخلاقی اور علمی تعلیم وتربیت کا سامان کرتے ہیں۔ الفضل کا مطالعہ بہت سی بھٹکی روحوں کی ہدایات کا ذریعہ بھی ہے۔

''الفضل'' تاریخ احمدیت کا بنیادی مأخذ ہے۔ اب تو بہت سے ممالک سے جماعت کے رسائل وجرائد شائع ہوتے ہیں۔ لیکن ماضی میں ''الفضل'' ہی تھا جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

یہ دَور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا دَور ہے۔ ہر طرف آزادئ صحافت اور آزادئ ضمیر کی باتیں ہو رہی ہیں مگر اس ترقی یافتہ دَور میں بھی ''الفضل'' پر کئی قسم کی قدغنیں ہیں۔ اخبار میں دینی اصطلاحات وغیرہ کی اشاعت پر بہت سی پابندیاں ہیں۔ اس کے سو سالہ سفر میں اخبار کی انتظامیہ پر متعدد مقدمات بنائے گئے۔ مختلف انداز میں ہراساں کیا گیا۔ ان نامساعد حالات اور پابندیوں کے پیش نظر توقفات بھی آئے اور اخبار کو بند بھی کرنا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ وقتی مشکلات اور دقتوں کو دُور فرماتا رہا اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلفائے احمدیت کی راہنمائی میں نہایت حکمت عملی اور خوش اسلوبی سے جماعت نے اسے جاری رکھا ہوا ہے۔ اس کی اپنوں اور غیروں میں نہایت اعلیٰ پہچان ہے۔ اس کے قارئین میں بہت سے ایسے ہیں جنہیں ایک کے بعد اگلے شمارے کا بڑی بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ اگرچہ آج کے جدید دَور میں انٹرنیٹ پر بھی بے شمار لوگ اس کا مطالعہ کر لیتے ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں یہ سہولت میسر نہیں یا وہ اس کا استعمال نہیں جانتے اور وہ چھپے ہوئے اخبار ہی کا مطالعہ کرتے ہیں ایسے قارئین کی تعداد کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

میری طرف سے تمام قارئین اور الفضل کی انتظامیہ اور کارکنان کو الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد۔ اللہ تعالیٰ سب کے علم وعمل میں برکت بخشے اور ایمان وایقان میں بڑھائے۔ آمین

والسلام خاکسار

مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

لندن
4-11-12

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 09 جولائی 2013ء بروز منگل مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت مَیں ایک نکاح کا اعلان کروں گا جو عزیزہ ھبۃ السلام بنت مکرم ڈاکٹر عبد الخالق صاحب ربوہ کا عزیزم سعید احمد نذیر کے ساتھ بارہ ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے، جو آج کل یہیں ہیں۔ مکرم مجید احمد بشیر صاحب کے بیٹے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ یہ دونوں خاندان، لڑکی کا بھی اور لڑکے کا بھی ربوہ کے پرانے خاندان ہیں۔ بلکہ قادیان سے تعلق ہے۔ یہ نئے قائم ہونے والے رشتے ان کا جہاں تک میرا علم ہے پہلے ایک احمدیت کا رشتہ تو تھا لیکن ویسے کوئی عزیز داری، رشتہ داری نہیں تھی۔

پس جماعت میں جب رشتے قائم ہوتے ہیں تو لڑکی والے بھی لڑکے والے بھی، لڑکے کو بھی اور لڑکی کو بھی یہ دیکھنا چاہئے کہ جماعتی تعلق بھی اچھا ہو اور دینداری بھی ہو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں توجہ دلائی کہ لڑکا جب لڑکی کا رشتہ تلاش کرے تو دینداری کو ترجیح دے۔ تو ظاہر ہے یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب لڑکا خود بھی دیندار ہو۔ پس یہ بہت اہم پہلو ہے جسے ہمیشہ شادی بیاہ کے موقع پر یاد رکھنا چاہئے۔ رشتوں کے قائم ہونے پر یاد رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دونوں خاندان جیسا کہ میں نے کہا ربوہ سے ان کا پرانا تعلق ہے۔ اور جماعت کے خدمت گزار ہیں۔ لڑکی کے، بچی کے دادا بھی واقفِ زندگی تھے اور جامعہ احمدیہ میں بڑا لمبا عرصہ پڑھاتے بھی رہے۔ اور صرف واقف زندگی نہیں تھے بلکہ بڑے اعلیٰ پائے کے مقرر اور علمی آدمی تھے۔ اور سیرت کے موضوع پر خاص طور پر اور احادیث پر خاص طور پر ان کو بڑا عبور حاصل تھا۔

ڈاکٹر عبد الخالق صاحب ان کے، مولانا غلام باری صاحب سیف کے بیٹے ہیں۔ اور یہ بھی واقف زندگی ہیں اور اس وقت فضل عمر ہسپتال میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح عزیزم سعید احمد نذیر ان کے والد مجید احمد بشیر صاحب چند سال عارضی وقف کر کے گھانا گئے اور وہاں وقف کی روح کے ساتھ انہوں نے بڑی خدمات انجام دیں۔ اسی طرح مجید بشیر صاحب کے والد اور بچے کے دادا گو ایک لمبا عرصہ تو انہوں نے حکومت کی نوکری کی۔ شاید Military Accounts میں تھے لیکن اس کے بعد ایک لمبا عرصہ میرا خیال ہے اتنا ہی عرصہ پھر وقف کر کے جماعت کی خدمت بھی کی۔ اور کچھ عرصہ میرے ساتھ بھی انہوں نے کام کیا۔ میں نے دیکھا ہے کہ وقت پر سب سے پہلے دفتر آنے والے، اپنے کام میں جُت جانے والے، اور اپنی کسی بھی قسم کی تکلیف کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ نظر ان کی کمزور ہوگئی تو بڑا قریب ہو کے کاغذ کو دیکھا کرتے تھے لیکن کبھی انہوں نے یہ شکوہ نہیں کیا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ میں نے ان کو گھنٹوں کام کرتے دیکھا ہے۔ پس یہ لوگ تھے جنہوں نے وفا کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ اللہ کرے کہ ان کی آئندہ نسلیں بھی وفا کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔ یہ رشتہ جو قائم ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور یہ آپس میں پیار اور محبت اور اعتماد کی فضا میں زندگی بسر کرنے والے ہوں۔ ان چند الفاظ کے ساتھ اب مَیں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔ بچی کے وکیل عمر فاروق صاحب ہیں۔ ان کے والد یہاں موجود نہیں۔

اعلان نکاح اور فریقین کے درمیان ایجاب وقبول کروانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 387

مکرم ابو محمد عبد اللطیف صاحب (3)

گزشتہ دو اقساط میں ہم نے مکرم ابو محمد صاحب کے احمدیت کی طرف سفر کا بڑا حصہ پیش کر دیا تھا۔اس قسط میں ان کے اس ایمانی سفر کے باقی واقعات پیش کئے جائیں گے۔وہ بیان کرتے ہیں:

جیل میں مجھے جسمانی طور پر تو کوئی اذیّت نہیں پہنچائی گئی لیکن مختلف کارندوں کی طرف سے جب جماعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی جاتی تو مجھے نفسیاتی طور پر شدید اذیت سے گزرنا پڑتا۔لیکن اس طرح دعا کی بھی توفیق ملتی اور مَیں ملاقات کے لئے آنے والے احمدی احباب کو بھی اس کی تلقین کرتا۔اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑے نشان دکھائے۔ مثلاً چینی قیدی کو کلمۂ شہادت پڑھانے والا واقعہ گزر چکا ہے جسے سن کر جیل کا داروغہ سمجھا تھا کہ شاید میں اسے تبلیغ کرکے مسلمان کرنے لگا ہوں لہٰذا اس نے چینی قیدی کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارا کفر اس (ابو محمد) کے اسلام سے بہتر ہے اس لئے اپنے کفر پر قائم رہو۔

یہ سن کر میرا دل درد سے بھر گیا اور ایسی حالت میں پُرسوز دعاؤں کی توفیق ملی۔خدا تعالیٰ کو اپنے دین اور اپنے کلمہ کی بڑی غیرت ہے۔لہٰذا چند روز ہی گزرے تھے کہ اس داروغہ کے خلاف کوئی کیس بنا اور اسے نوکری سے فارغ کر دیا گیا۔مجھے تو خیر خدا کی تقدیر پر یقین تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اسے بھی احساس ہو گیا کہ اسے یہ سزا اپنے کہے گئے جملے کی وجہ سے ملی ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جیل سے رہائی کے بعد ایک روز اتفاق سے سرِ راہ اس سے ملاقات ہوگئی۔وہ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا کہ مجھے معاف کردو کیونکہ مَیں نے تمہارے بارہ میں نہایت نامناسب بات کہی تھی۔مَیں نے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور مَیں بھی تمہارے لئے دعا کروں گا۔

دسواں پہاڑ

جیل کے ایام میں مجھے اپنے اردگرد سے بھی بہت کچھ سننا پڑتا تھا۔بعض کہتے تھے کہ اسے سرعام پھانسی دے دینی چاہئے تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے۔اسی طرح بعض دیگر مختلف طریقوں سے تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بناتے لیکن یہ باتیں میرے ایمان میں مزید پختگی کا باعث بنتی تھیں چنانچہ میں نے کہا کہ اگر خدا کی یہی تقدیر ہے تو میں تیار ہوں۔ایک عبد اللطیف عجمیوں میں سے تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان کے جرم میں شہید کر دیا گیا اور انشاء اللہ میں عربوں میں سے دوسرا عبد اللطیف بنوں گا جسے امام الزمان پر ایمان کی پاداش میں شہادت کا درجہ نصیب ہوگا۔

لوگوں کی باتیں سن کر مجھے اگر کسی کا خیال آتا تھا تو وہ خلیفۂ وقت کا، میں ایسے حالات میں اپنے احمدی احباب کے ذریعہ حضور انور کی خدمت میں پیغام بھجواتا تھا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں میری طرف سے یہ عرض کر دیں کہ احمدیت تو خون کے ساتھ میرے رگ و ریشہ میں سما چکی ہے۔ اس لئے حضور انور میرے بارہ میں پریشان نہ ہوں۔میں اپنے ایمان اور عہد پر قائم ہوں۔کوئی دھمکی، کوئی خوف میرے ایمان کو متزلزل نہیں کرسکتا۔میں جس علاقے میں رہتا ہوں اس کے اردگرد 9 پہاڑ ہیں، اور میں حضور انور کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اپنی ثبات قدمی کے حوالے سے اس علاقے کا دسواں پہاڑ میں ہوں اور کوئی بھی مجھے میرے موقف سے ہٹا نہیں سکتا۔

إنّی مُهِیْنٌ مَنْ أَرَادَ إهَانَتَک

چونکہ مَیں نے تین مختلف جیلوں میں اپنی قید کا عرصہ گزارا تھا اس لئے کئی داروغوں سے واسطہ پڑا تھا۔جیل سے رہائی کے بعد ایک روز اتفاقاً ایک داروغے سے ملاقات ہوئی اور ہمارے مابین بعض دینی امور کے بارہ میں بات چیت ہونے لگی۔کچھ دیر کے بعد ہماری گفتگو کا رخ بعض دنیاوی امور کی طرف ہو گیا اور کسی بات پر ہمارا اختلاف ہو گیا۔اس کے غلط موقف کی میں نے ایک دو بار تصحیح کی تو وہ زچ ہو کر کہنے لگا کہ تم ہو کون؟ کل تک تو تم میری جیل میں میرے قیدی تھے اور آج آکر مجھے اصلاح کے بھاشن دے رہے ہو۔

میں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ ہمارے معاشرے میں کسی کے کردار کو مشکوک کرنے کے لئے اس کے بارہ میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ وہ جیل میں رہا ہے۔لیکن تمہیں معلوم ہے کہ مَیں کسی چوری، ڈاکے یا کسی جرم کی پاداش میں جیل نہیں گیا تھا۔مَیں اپنے ایمان کی حفاظت میں جیل گیا تھا۔چنانچہ تم جس بات کا مجھے طعنہ دے رہے ہو وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔اس کے ساتھ مزید بات کرنے کا تو اب کوئی مقصد نہ رہا تھا اس لئے میں اس کو چھوڑ کر چلا آیا لیکن اس کی بات کی کاٹ میرے دل کو زخمی کر گئی۔ اور بار بار میری زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام: إنّی مُهِیْنٌ مَنْ أَرَادَ إهَانَتَکَ آنے لگا۔واپسی پر میری ملاقات اپنے ایک دوست سے ہوئی جسے تفصیل بتاتے ہوئے میں نے کہا کہ میں تو امام الزمان پر اپنے ایمان اور عقیدے کی حفاظت کی پاداش میں جیل گیا تھا اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ کسی قابل شرم فعل کے ارتکاب میں قید نہیں ہوا، لیکن کسی کو اس طرح ناجائز طعنے دینے والے کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تعالیٰ اسے کسی جرم کی پاداش میں جیل میں ڈلوا دے۔

اس واقعہ کے صرف ایک ہفتہ کے اندر ہی میں نے سنا کہ مذکورہ بالا شخص کی جیل سے اس کی ڈیوٹی کے دوران ایک قیدی فرار ہو گیا اور اس کو فرار کروانے کا الزام اس داروغہ پر عائد ہوا جس کی پاداش میں قیدی کی جگہ پر اس داروغہ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔یوں جس بات کا اس نے مجھے طعنہ دیا تھا وہ خود اس میں گرفتار ہو گیا۔

اہلیہ کی بیعت

جیل کے دوران مجھے لمبی قید کے اشارے مل رہے تھے لہٰذا میں نے جیل سے ہی اپنی اہلیہ کو فون کر کے کہا کہ شاید مجھے لمبی قید کی سزا ہو جائے لیکن ایسی حالت میں بڑا ظلم ہو گا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ زبردستی باندھے رکھوں۔اس لئے مَیں تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ اگر چاہو تو میرا انتظار کرو اور چاہو تو بے شک اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کر لو، مجھے تم سے کوئی شکوہ نہ ہوگا۔الحمد للہ کہ میری بیوی نے بڑے تحمل کے ساتھ میری بات سننے کے بعد کہا آپ مجھے ہر حالت میں اپنے موقف کا مؤید بن کر اپنے پہلو میں کھڑا پائیں گے۔ یوں اس وقت اقرار کرنے کے بعد میری اہلیہ نے بھی جیل سے میری رہائی کے بعد سچے دل سے بیعت کر لی۔

سزا اور رہائی

تقریباً دو ماہ کی جیل کے بعد میرے کیس کا فیصلہ ہو گیا اور مجھے جج نے قبولیت احمدیت کے جرم میں دو سال کی سزا سنائی۔سزا کی خبر بھی مجھے متزلزل نہ کرسکی۔ مجھے سب سے بڑی تسلی اس بات سے ہوتی تھی کہ خلیفہ وقت میرے لئے دعا کر رہے ہیں اور افراد جماعت کو میرے لئے دعا کی تلقین فرماتے ہیں۔مجھے خدا کے حضور ان دعاؤں کی قبولیت کا یقین تھا لیکن یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ اس قدر جلدی قبول ہونے والی ہیں۔

ہوا یوں کہ انہی ایام میں حاکم وقت کو بیماری سے شفا حاصل ہوئی تو اس خوشی میں اس نے بعض قیدیوں کی رہائی کا بھی اعلان کیا۔لیکن اس اعلان سے وہی قیدی استفادہ کر سکتے تھے جو اپنی سزا کا نصف حصہ جیل میں گزار چکے تھے۔مجھے تو دو سال کی سزا ہوئی تھی اور ابھی میں نے پہلے دن سے لے کر کل اڑھائی ماہ کا عرصہ جیل میں گزارا تھا۔لیکن دعاؤں کا کرشمہ یوں ظاہر ہوا کہ حاکم وقت کے اعلان کے اگلے روز قیدیوں کی رہائی کا پروانہ اور ان کے ناموں کی جو فہرست جاری ہوئی ان میں سے پہلا نام اس عاجز کا تھا۔

یوں جیل کا ہر دن اور ہر مرحلہ مجھے اپنے ایمان میں مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا گیا اور مَیں جب جیل سے نکلا تو اگلے روز اپنے آفس میں ایسے کام کر رہا تھا جیسے گزشتہ چند ہفتوں میں کوئی غیر معمولی واقعہ نہ ہوا ہو۔

لقاءِ حبیب اور دُعاءِ مستجاب

رہائی کے بعد پیارے آقا سے ملنے کی تڑپ اور بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ مَیں کچھ عرصہ کے بعد جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر لندن میں حاضر ہوا۔پیارے آقا سے ملاقات، مصافحہ اور معانقہ کر کے جو احساس ہوا اس کو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔حضور انور نے نہایت پیار، بے پایاں شفقت، غیر معمولی محبت اور لطف و کرم سے نوازا کہ مجھے اپنی قسمت پر رشک آنے لگا۔

حضور انور سے ملاقات کے دوران مَیں نے دو امور کے لئے بطور خاص دعا کی درخواست کی۔ایک تو جیل سے لگنے والے وائرس سے شفا پانے کے لئے تھی جس نے جیل سے رہائی کے بعد کئی ماہ گزرنے کے باوجود مجھے پریشان کر رکھا تھا۔مَیں نے اچھے سے اچھا علاج کرایا لیکن وقتی آرام آتا اور محض چند دن کے بعد بیماری پھر مزید شدّت کے ساتھ عود کر آتی تھی۔ اور دوسری درخواست کے لئے میری اہلیہ نے مجھے خصوصی تاکید کی تھی اور وہ ہمارے ہونے والے بچے کے لئے تھی۔جس کے بارہ میں ڈاکٹرز نے کہا تھا کہ بچے کی پوزیشن درست نہیں ہے اور اس کی ولادت آپریشن سے ہوگی۔

جب میں نے ہر دو امور کے بارہ میں دعا کی درخواست کی تو حضور انور نے فرمایا کہ اللہ فضل فرمائے گا اور تمہیں بھی شفا مل جائے گی اور بچہ کی پیدائش بھی نارمل ہو جائے گی۔

گو مجھے خلیفۂ وقت کی دعاؤں کی قبولیت کا تو ذاتی طور پر بھی تجربہ تھا لیکن یہ احساس نہ تھا کہ خلیفۂ وقت کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ بھی دعا کا رنگ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ پا جاتے ہیں۔لہٰذا میں یہی سمجھا کہ حضور انور کا مذکورہ بالا جملہ مجھے تسلی دینے کے لئے ہے۔لیکن جب میں واپس اپنے ملک آیا تو پیارے آقا کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان دعائیہ کلمات کا پہلا نشان یوں ظاہر ہوا کہ وہ خارش جس کا علاج کرا کرا کے مَیں تھک گیا تھا اور ایک سال سے اس تکلیف میں گرفتار تھا وہ خلیفۂ وقت کی دعا سے مکمل طور پر ختم ہو گئی اور اب تک اس کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

دوسرا نشان ہمارے ہاں بچہ کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوا۔ ہمارے ہاں ہسپتالوں میں بچہ کی ولادت کے لئے دو کمرے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں ایک نارمل ولادت کے لئے اور ایک آپریشن سے ولادت کے لئے۔چونکہ آخری وقت تک ڈاکٹرز کی یہی رائے تھی کہ بچہ کی پوزیشن ٹھیک نہیں ہے لہٰذا میری اہلیہ کے لئے آپریشن تھیٹر کو تیار کیا گیا۔عین اس وقت جبکہ میری اہلیہ کے آپریشن کی تیاری ہو رہی تھی مَیں نے دیکھا کہ کچھ سٹاف بڑی تیزی سے نارمل ولادت والے کمرے کو تیار کر رہے ہیں۔میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ابھی یکدم بچہ کی پوزیشن درست ہوگئی ہے اور اب لگتا ہے کہ ولادت بغیر آپریشن کے ہی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ ہمارے لئے خلیفۂ وقت کی استجابت دعا کا بہت بڑا نشان تھا۔

برکاتِ قرب خلافت

اسی طرح جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر میرے ساتھ ایک اور غیر معمولی واقعہ بھی ہوا جسے بلاشبہ قربِ خلافت اور برکاتِ خلافت کی ایک جھلک سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مَیں جامعہ احمدیہ برطانیہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنے اہل وعیال کے بارہ میں سوچ رہا تھا کہ اچانک محض چند لمحات کے لئے میری آنکھوں کے سامنے ایک منظر آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ میری بیٹی نیلے رنگ کی ایک شیشی سے شیمپو زمین پر گرا رہی ہے اور میری دوسری بیٹی اس شیمپو والے فرش پر چلنے لگتی ہے تو پھسل کر گر جاتی ہے۔

یہ منظر محض چند لمحوں کے لئے ہی آنکھوں کے سامنے آیا اور پھر بسرعت غائب ہو گیا۔میں نے فوراً فون لیا اور اپنی بیوی کو بتایا کہ میں نے ابھی ابھی یہ نظارہ دیکھا ہے۔وہ میری یہ بات سن کر دم بخود رہ گئی اور پھر کہنے لگی کہ کچھ دیر قبل بعینہٖ یہی واقعہ یہاں ہوا ہے، بڑی بیٹی نے شیمپو گرایا اور چھوٹی بیٹی اس سے پھسل کر گر گئی، اور عجیب بات یہ ہے کہ شیمپو والی بوتل کا رنگ بھی نیلا ہی ہے۔لیکن اللہ کے فضل سے دونوں محفوظ ہیں، کسی کو چوٹ وغیرہ نہیں آئی۔

یہ بلاشبہ قرب خلافت کی برکات میں سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے ایک نہایت قیمتی تحفہ تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو بار مجھے قادیان کی زیارت کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ وہاں کے مقامات مقدسہ کی زیارت کے وقت کے جذبات، وہاں کی جانے والی عبادات، اور وہاں گزارے جانے والے دن اور رات کے بارہ میں لکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

خدا کا احسان ہے کہ اس نے امام الزمان کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔اس نعمت پر جس قدر شکر کیا جائے کم ہے۔

(باقی آئندہ)

عقل، منطق اور الہام کی تقابلی حیثیت کے بارہ میں مختلف مکاتبِ فکر

(ازکتاب ' الہام، عقل، علم اور سچّائی'
مصنّفہ: حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

قسط 5

مسلم سپین کا مکتبۂ فکر

اس بحث کا ذکر گزر چکا ہے کہ تجربہ ومشاہدہ اور الہام دونوں میں سے کس کو فوقیت حاصل ہے۔ بعض مفکرین وحی کو منطق پر ترجیح دیتے ہیں اور بعض اس کے برعکس خیال کرتے ہیں۔ ابن رشد نے جو مغرب میں Averroes کے نام سے معروف ہیں اور عظیم ترین مسلمان مفکرین میں سے ایک ہیں، یہ خیال پیش کیا کہ مندرجہ بالا نظریات متوازی سچائیوں پر مبنی ہیں۔ لہٰذا ان پر الگ الگ غور کرنا چاہئے۔ الہامی سچائی کو من وعن قبول کرنا چاہئے جبکہ مشاہدہ اور تجربہ کو مشاہدہ اور تجربہ کی حد تک رکھنا چاہئے۔ ان کے نزدیک الہام اور تجربہ کے مابین ربط تلاش کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی اس امر کی ضرورت ہے کہ دونوں میں متناقضات تلاش کئے جائیں اور ان کے حل کیلئے سرگردان ہوا جائے۔

یہ وہ دور تھا جب ہسپانیہ میں مسلمان سائنسدان سائنس کے میدان میں تیزی سے ترقی کر رہے تھے اور انہیں اس امر کی پروا نہیں تھی کہ پرانے مکاتبِ فکر کے بعض مذہبی علماء ان کے خلاف بدعتی یا ملحد ہونے کے فتوے جاری کر رہے ہیں۔ ابن رشد نے غالباً بہتر یہی سمجھا کہ وہ ان تنازعات میں نہ الجھیں مبادا یہ امر سائنسی ترقی کی راہ میں حائل ہو جائے۔ انہوں نے مذہب اور سائنس میں تضادات ابھرنے کے خدشہ کے پیش نظر اس بحث میں الجھنے سے عملاً گریز کیا۔ ایک سچے مسلمان اور صداقت کے غیر جانبدار متلاشی سائنسدانوں کی حکمت عملی ہسپانیہ میں ایک لمبے عرصہ تک مذہب اور سائنس کی ترویج میں ممد رہی۔ الہامی اور مشاہداتی سچائی کے مابین موجود اس مزعومہ تضاد کے خطرہ سے کبھی بھی کھل کر مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کی فوقیت کا معاملہ سنجیدگی سے زیر غور نہیں آیا۔ عدم تصادم کی یہ حکمت عملی جو ہسپانیہ میں صدیوں تک غالب رہی ابن رشد ہی کی مرہون منت ہے۔

بعد کے واقعات کی روشنی میں اس مسئلہ کے ممکنہ پہلوؤں کا ازسرنو جائزہ لیا جائے تو یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ابھی اس قسم کے مسائل کو سلجھانے کا وقت نہیں آیا تھا۔ اس امر کا امکان بہرحال موجود تھا کہ حقائق کا ادراک ناقص ہو یا محض جزوی بلکہ عین ممکن تھا کہ یہ ادراک سرے سے ہی غلط ہو۔ مثال کے طور پر ازمنۂ وسطیٰ کے مسلمان سائنسدانوں کا تصور کائنات قرآن کریم اور احادیث پر مبنی نہیں تھا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ تصور زیادہ تر اپنے دور کی مروّجہ جہالت کا آئینہ دار تھا۔ جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، مذہبی علماء اپنے نظریات کو عین اسلام سمجھتے تھے اور انہیں حتمی قرار دیتے تھے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ تھا کہ علومِ متداولہ کے حوالہ سے حقیقی قرآنی نظریات کی تفہیم ان کی بساط سے باہر تھی۔ ہسپانیہ میں سائنسدانوں اور مذہبی علماء کے مابین اس قسم کے موضوعات پر کسی مکالمہ یا گفتگو کا سراغ نہیں ملتا۔

ان دونوں گروہوں میں علمی تبادلہ خیال کیلئے کوئی ادارہ یا مرکز نہیں تھا اور نہ ہی اپنے اپنے نظریات کی تقابلی خوبیوں کے بارہ میں کوئی مناظرہ یا مباحثہ ممکن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہسپانیہ میں گیلیلیو کا کوئی پیش رو پیدا نہ ہو سکا جسے صداقت اور زندگی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑتا۔ سائنسدانوں کو جب بھی اپنے ہمعصر علماء کے سامنے حق کو حق کہنے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے مذہبی علماء کے سامنے کسی قسم کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش تک نہیں کی اور نہ ہی یہ بات ثابت کرنا ضروری سمجھی کہ ان علماء کی پیش کردہ قرآنی تشریح غلط اور معروف سائنسی حقیقتوں سے متصادم ہے۔

نتیجۃً دو متوازی تحریکوں کا ارتقا ہوا جن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اختلافات کی خلیج بڑھتی چلی گئی۔ بالآخر اسلامی سوچ نے فلسفیانہ اور سائنسی طرز فکر سے بالکل علیحدہ راستہ اختیار کر لیا۔ وہ دو ایسی ندیوں کی طرح تھے جو ایک دوسرے میں مدغم ہوئے بغیر متوازی بہ رہی ہوں۔

چنانچہ اندلس کے مسلمان سائنسی تحقیق کے اکثر میدانوں میں دوسرے اسلامی ممالک سے سبقت لے گئے۔ ایک خوش کن بات یہ بھی تھی کہ ہسپانیہ نے نسبتاً ایک طویل پرامن زمانہ پایا جس میں وہ چنگیز خان اور ہلاکو خان جیسے بیرونی حملہ آوروں کی دست برد سے محفوظ رہا۔ اسلامی تاریخ کا یہ اندلسی دور صحیح معنوں میں عقلیت پسندی کا زرّیں دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ اندلس سے مسلمانوں کے خروج کے ساتھ ہی ان کی علمی برتری کا عظیم الشان عہد ختم ہو گیا اور اہل ہسپانیہ کے اسلام کے ساتھ ہر قسم کے روابط منقطع ہو گئے۔ اگر دنیا میں کہیں علم ودانش اور سائنسی ترقی کا زوال ہوا تو یہ المیہ اندلس کی سرزمین پر ہوا۔ یہ کیا ہی دردناک واقعہ تھا۔ اندلس کے جنوبی کنارے سے مسلمانوں کے خروج کے ساتھ ہی وہاں سے دانائی، علم ودانش، انصاف پسندی، سچائی اور روشنی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ غالباً صدیوں تک کیلئے رخصت ہو گئی لیکن روشنی کے اس سیلابِ تُند نے ان مسلمان جلاوطنوں کا ساتھ نہ دیا اور ہسپانیہ ایک بار پھر قبل از اسلام کی سی جہالت کی تاریکی میں ڈوب گیا۔ ان دنوں دیگر اسلامی ممالک کی حالت بھی کچھ اس سے بہتر نہیں تھی۔ وہاں تاریکی اندر ہی اندر سے پھوٹ رہی تھی۔ مذہبی تعصّبات، ہٹ دھرمی، تنگ نظری، نخوت، خود پسندی اور باہمی حسد کی آگ کے شعلے جہنم کی آگ کی طرح بھڑک رہے تھے۔ ایک گونہ دھوئیں کا بادل تھا جو پھیلتے پھیلتے آسمانی نور کے رستے میں حائل ہو گیا۔ اِس بڑھتی ہوئی گھٹاٹوپ تاریکی میں زمین چھپ سی گئی اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کے سائے اور بھی گہرے ہوتے چلے گئے۔

جہاں تک شمالی یورپ کے باشندوں کا تعلق ہے یہ ایک بالکل مختلف داستان ہے۔ ہسپانیہ کے لوگوں نے جو کھویا تھا وہ ان لوگوں نے پالیا اور کیا ہی خوب پایا! وہی ملکہ ازابیلہ اور بادشاہ فرڈینینڈ جنہوں نے مسلمانوں کو ملک سے نکال باہر کیا تھا، متعصّب اور متشدّد پادریوں کے روزافزوں رسوخ کے زیر اثر، اپنے غیظ وغضب کا رخ یہودیوں کی طرف موڑ دیا اور جس طرح اندلس کے جنوبی دروازوں سے مسلمانوں کو باہر دھکیل دیا گیا اسی طرح شمالی سپین سے یہودیوں کی بھاری اکثریت کو ملک بدر کر دیا گیا۔ ان میں بڑے بڑے علماء، فضلاء، سائنسدان اور عظیم دانشور بھی تھے جو کئی ایک شعبوں میں صاحب کمال تھے۔ انہوں نے سات صدیوں پر محیط مسلم حکومت کے سنہری دور میں متعدد فنون پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ انہیں صنعت و حرفت، تجارت، سائنسی تحقیق، فنِ تعمیر، سنگ تراشی اور جرّاحی جیسے شعبہ ہائے زندگی میں کمال حاصل تھا۔ ان سب کو ایک منظّم اور مستقل اذیت ناک منصوبہ کے تحت تمام املاک سے بے دخل کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ یہی وہ لوگ تھے جو اندلس سے علم کی روشنی جنوبی فرانس بلکہ اس سے بھی آگے تک لے کر گئے۔ ارسطو اور افلاطون کا فلسفہ ہسپانیہ کے مسلمان فلسفیوں کے ذریعہ یورپ تک پہنچنا شروع ہوا۔ اس وقت حاذق طبیب ابن سینا کے کمالِ طب اور دنیوی اور مذہبی فلسفہ اور سائنس کو اپنی ذات میں یکجا کرنے والے ابنِ رُشد کی دانشمندی نے یورپ کے تاریک افق کو روشن کرنا شروع کر دیا۔ یہودیوں کے اس اخراج کے باعث یہ علوم عام ہو گئے اور ان کے مختلف یورپین زبانوں میں ترجمے کئے جانے لگے۔ درحقیقت انہی لوگوں نے یورپ میں علم وحکمت اور آگہی کے نئے دور کی داغ بیل ڈالی جو یورپ کی نشأۃِ ثانیہ کے نام سے موسوم ہے۔

عالَم اسلام کی حالتِ زار

ہسپانوی دَور کے بعد کے زمانہ پر نظر ڈالی جائے تو تمام عالم اسلام ہمیں علمی پژمردگی کے المناک اندھیروں میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ سپین میں مسلمانوں کے زوال کے بعد دیگر مسلم ممالک نے بھی سائنسی علوم میں دلچسپی لینا چھوڑ دی اور تحقیق وجستجو کا وہ شوق جاتا رہا جسے خود مسلمانوں نے فروغ دے کر کمال تک پہنچایا تھا۔

یہ افسوسناک رجحان نہ صرف سائنس بلکہ مذہب کیلئے بھی بیحد نقصان دہ ثابت ہوا اور امت مسلمہ تفرقہ کا شکار ہو کر مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئی یہاں تک کہ توحیدِ خالص کا عظیم عقیدہ بھی خودکشی کے اس رجحان کی زد میں آ گیا۔ توحید باری کے تصور میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک خدا کی بجائے مختلف خداؤں کی باتیں کر رہے ہوں۔ ان کی علمی پیاس تو کم نہ ہوئی لیکن ترجیحات بدل گئیں۔ اگرچہ موضوعِ بحث تبدیل ہو گیا مگر خیر وشر سے متعلق بحث کا سلسلہ پورے جوش و خروش سے جاری رہا۔ بایں ہمہ یہ سوالات بھی وہی تھے جنہوں نے انہیں صدیوں سے مضطرب کر رکھا تھا۔ سنجیدہ اور بنیادی نوعیت کے عملی مسائل کی بجائے وہ فروعی فقہی مسائل میں الجھ کر رہ گئے۔ مثلاً یہ کہ کوّے کا گوشت حلال ہے یا حرام۔ اس سوال پر مخالف آراء رکھنے والوں کے درمیان فسادات پھوٹ پڑنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان مسائل پر جو تندوتیز مباحثے ہوئے وہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے گئے۔ ان کی ذہانت کو اس اعتبار سے داد دینا پڑتی ہے کہ وہ رائی کا پہاڑ بنا سکتے تھے۔ لیکن یہ خراج تحسین اس امر کا غماز ہے کہ ان میں عقلِ سلیم نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ ان کی اس قسم کی موشگافیوں کو زیادہ سے زیادہ لایعنی اور بے مقصد دانشوری کا نام ہی دیا جا سکتا ہے۔

چند ایک بے کار قسم کے سوالات بھی تھے جو ان لوگوں کے نزدیک بے حد اہم تھے۔ ذہنوں کے اضطراب اور مشتعل جذبات کے ہاتھوں خاک وخون کی ہولی کھیلی جاتی رہی۔ مثال کے طور پر ایک بیہودہ امر اور بے مصرف سوال یہ بھی تھا کہ اگر ایک کتا کنوئیں میں گر جائے تو اس میں سے پانی کی کتنی بالٹیاں نکالی جائیں کہ باقی ماندہ پانی وضو کے قابل ہو جائے۔ یہ وہ 'اہم ترین' سوال تھا جو اس دور کے علماء کرام کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ یہ محض کتے پر ہی موقوف نہ تھا بلکہ اگر کوئی مخالف علماء کے فتوئ کفر کی زد میں آیا ہوا مولوی کنوئیں میں جا گرے تو ذرا سوچئے کہ مسئلہ کتنی سنگین صورتِ حال اختیار کر جاتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم ریاضی کے کسی پیچیدہ کلیہ کے مطابق پانی کو پاک کرنے کیلئے کتنی بالٹیاں نکالی جائیں۔ بہت سے اس کنوئیں کو مٹی سے پاٹنے کو ترجیح دیتے اور نتیجۃً یہ کنوءاں مولوی صاحب کا مقبرہ بن کر رہ جاتا۔ یہ وہ دور تھا اور یہ وہ ناقابل یقین کہانیاں ہیں جن کی دیواریں تشدد اور عدم برداشت کے جنون پر استوار تھیں۔ بظاہر یہ کہانیاں عجیب وغریب دکھائی دیتی ہیں تاہم انہیں سراسر جھوٹ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اس دور کا علمِ فقہ دیوانگی کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ فقہاء ایسی بے معنی اور لغو بحثوں میں پڑے ہوئے تھے جن کی وجہ سے نماز جیسا مقدس مذہبی فریضہ بھی گویا ایک مذاق بن چکا تھا۔

نماز کی دوسری رکعت میں قعدہ کی حالت میں مسلمان ہمیشہ تشہّد پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ تشہّد پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی اٹھاتے ہیں جبکہ بعض ایسا نہیں کرتے۔ اس دور کے فقہاء میں اس مسئلہ پر بھی شدید اختلاف پایا جاتا تھا اور وہ اس مظلوم انگلی کو سزا دینے پر تلے ہوئے تھے جو ان کے جذبات کو مجروح کرنے کا باعث بنی تھی۔ ان کا متفقہ فتویٰ تھا کہ ان کے احساسات کو ٹھیس پہنچانے والی اس غریب انگلی کو خواہ وہ اٹھے یا نہ اٹھے، بہرحال کاٹ دیا جائے۔ ماسوا اس کے ان میں ہر بات میں اختلاف تھا۔ ان حالات میں دوسرے مسلک کی مساجد میں جانا خطرہ سے خالی نہ تھا جہاں داخل ہونا تو یقیناً کوئی مسئلہ نہیں تھا، اصل مسئلہ تو باہر نکلنے کا تھا۔ کیونکہ عین ممکن تھا کہ باہر آتے ہوئے خداتعالیٰ کی عطا کردہ پانچ انگلیوں میں سے ایک کم ہو چکی ہو۔

تیسرا فروعی نوعیت کا مسئلہ "آمین" کہنے سے متعلق تھا جو امام کے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد کہی جاتی ہے۔ بنیادی بحث یہ تھی کہ آمین بالجہر کہنی چاہئے یا زیرِ لب۔ عین ممکن تھا کہ ایک ایسی مسجد میں جہاں آمین بالجہر کہنا سنگین جرم سمجھا جاتا تھا بلند آواز میں آمین کہنے والوں کو زدوکوب کیا جائے۔ اسی طرح آمین بالجہر کہنے والوں کے درمیان آمین زیرلب کہنا بھی کچھ کم اشتعال انگیز نہ تھا۔

ان مذہبی اختلافات میں سے جس مسئلہ نے خطرناک صورت اختیار کی وہ قرآن کریم کے مخلوق ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ تھا۔ مخالفانہ نظریات رکھنے والے بلاشک وشبہ گردن زدنی سمجھے جاتے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ اتفاق یعنی چانس پر منحصر تھا۔ اگر بادشاہِ وقت قرآن کریم کو مخلوق نہ ماننے والوں کا حامی ہوتا تو مخالف عقیدہ رکھنے والے نہ صرف قتل کر دیئے جاتے بلکہ گھروں میں زندہ جلا دیئے جاتے۔ اگر دوسروں کی قسمت یاوری کرتی تو تشدد کرنے والے خود تشدد کا شکار ہو جاتے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ وہ لوگ جنہیں فوت اور دفن ہوئے عرصہ گزر چکا تھا ان کی قبریں اکھیڑ کر نعشیں باہر نکالی گئیں اور انہیں سرعام پھانسی دی گئی تا کہ وہ لوگ جو زندہ ہیں اس سے عبرت پکڑیں۔ لیکن اس صورت حال سے کیا نتیجہ نکل سکتا تھا؟ ہنڈولے کے اس کھیل میں کون

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اسلام میں کسی غلط حرکت کرنے والے، نقصان پہنچانے والے سے چاہے وہ چھوٹی سطح پر نقصان پہنچانے والا ہو یا بڑے پیمانے پر نقصان پہنچانے والا ہو یا دشمن ہو ہر ایک سے ایسا سلوک کرنے کی تعلیم ہے جو اس کی اصلاح کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ اسلام میں سزا کا تصور ضرور ہے لیکن ساتھ معافی اور درگزر کا بھی حکم ہے۔

کسی مجرم کو سزا دینے کا اصل مقصد اصلاح ہے اور اخلاقی بہتری ہے۔ پس اسلام کہتا ہے کہ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے صرف سزا پر زور نہ دو بلکہ اصلاح پر زور دو۔ اگر تو سمجھتے ہو کہ معاف کرنے سے اصلاح ہوگی تو معاف کر دو۔ اگر حالات و واقعات یہ کہتے ہیں کہ سزا دینے سے اصلاح ہوگی تو سزا دو۔ لیکن سزا میں اس بات کا بہرحال خاص طور پر خیال رکھنا ہوگا کہ سزا جرم کی مناسبت سے ہو ورنہ اگر جرم سے زیادہ سزا ہے تو یہ ظلم اور زیادتی ہے اور ظلم اور زیادتی کو خدا تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے عفو اور درگزر کی بعض درخشندہ مثالیں۔

آجکل جو لوگ انسانی حقوق کے علمبردار بنے پھرتے ہیں وہ ایک طرف چلے گئے۔ کسی کا کتنا ہی بڑا قصور ہو انسانی ہمدردی کے نام پر مجرموں کو بھی اتنی شہ دی جاتی ہے کہ بہت سے جو مجرم ہیں ان میں جرموں کا احساس ہی مٹ گیا ہے۔

یا پھر دوسری انتہا نظر آتی ہے کہ جن میں مسلمان ممالک کے سربراہان کے خلاف مقامی لوگوں نے تحریک چلائی اور انہیں ان کے تخت سے اتار دیا اور پھر بجائے اس کے کہ اگر وہ سزاوار ہیں تو ان پر مقدمہ چلا کر ان کی جو بھی سزا بنتی ہے انہیں دی جائے۔ انہیں مقامی لوگوں کی مدد کرتے ہوئے ظالمانہ طور پر مارا گیا اور یہ مقامی لوگ جب اپنے ان لیڈروں پر ظلم کرتے ہیں تو پیچھے بعض طاقتوں کی شہ ہوتی ہے جس پر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہوتا ہے۔

سزا اور معافی کے غیر منصفانہ عمل نے مجرموں کو پیدا کرنے میں ایک کردار ادا کیا ہوا ہے۔ اگر معافیاں مجرموں کو دلیر کر رہی ہیں تو پھر سزاؤں کی ضرورت ہے نہ کہ معافیوں کی۔ اسلام کہتا ہے کہ جب تم ایک دفعہ معاف کر دو تو پھر کینوں اور بغضوں کو بھی دل سے نکال دو۔

''خدا اس شخص سے راضی ہوتا ہے جس کی نیت نیک ہے اور اس کے فعل اور کام کا مقصد اصلاح ہے۔ دیوث شخص کے معاف کرنے سے خدا راضی نہیں ہوگا۔ نہ اس سے راضی ہوتا ہے جو انتقام کی نیت رکھتا ہو''۔ یہ دونوں چیزیں سامنے ہونی چاہئیں۔ نہ اتنی نرمی ہو کہ بالکل بے غیرت ہو جائے اس سے بھی اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اور نہ انتقام کی نیت ہو۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے۔ پس ہر دو حدود کو سامنے رکھتے ہوئے معافی اور سزا کے فیصلے کرنے چاہئیں۔ اس بارے میں جماعتی عہدیداروں اور نظام کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔

اسلام کہتا ہے کہ ایسے قانون نہ بناؤ، ایسے فیصلے نہ کرو جن سے بے چینیاں پیدا ہوں بلکہ وہ فیصلے کرو جو بہتر ہوں معاشرے کے لئے بہتر ہوں، اس شخص کے لئے بہتر ہوں۔ اور ایسے فیصلے جو ہوں گے پھر اس سے خدا تعالیٰ بھی راضی ہوگا۔

عفو اور درگذر اگر بلاوجہ ہو تو نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور انسان کے اندر بے قیدی پیدا ہو جاتی ہے۔ اپنی حدود سے باہر نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ نظام قائم نہیں رہتا۔ پس جن کو اصلاح کے لئے سزا ملتی ہے وہ بجائے ڈھٹائی دکھانے کے اس بات کی طرف زیادہ توجہ دیں کہ ہم نے اپنی اصلاح کس طرح کرنی ہے۔ اس کے لئے استغفار کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

مکرم بلال محمود صاحب ولد مکرم ممتاز احمد صاحب آف ربوہ کی وفات۔ مرحوم کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 22رجنوری 2016ء بمطابق 22 صلح 1395 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔ لندن۔

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوریٰ: 41) اور بدی کا بدلہ کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے۔ پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام میں کسی غلط حرکت کرنے والے، نقصان پہنچانے والے سے چاہے وہ چھوٹی سطح پر نقصان پہنچانے والا ہو یا بڑے پیمانے پر نقصان پہنچانے والا ہو یا دشمن ہو ہر ایک سے ایسا سلوک کرنے کی تعلیم ہے جو اس کی اصلاح کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ اسلام میں سزا کا تصور ضرور ہے لیکن ساتھ معافی اور درگزر کا بھی حکم ہے۔

اس آیت میں بھی جیسا کہ آپ نے سنا یہی حکم ہے کہ بدی اور برائی کرنے والے کو سزا دو لیکن اس سزا کے پیچھے بھی یہ محرّک ہونا چاہئے کہ اس سزا سے بدی کرنے والے یا نقصان پہنچانے والے اور جرم کرنے والے کی اصلاح ہو۔ پس جب اصلاح مقصد ہے تو پھر سزا دینے سے پہلے یہ سوچو کہ کیا سزا سے یہ مقصد حل ہو جاتا ہے۔ اگر سوچنے کے بعد بھی، مجرم کی حالت دیکھنے کے بعد بھی اس طرف توجہ پھرتی ہے کہ اس مجرم کی اصلاح تو معاف کرنے سے ہو سکتی ہے تو پھر معاف کر دو یا اگر سزا دینے سے ہو سکتی ہے تو سزا دو۔

اوراللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ معاف کرنا بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجر کا وارث بنائے گا۔ آخر پر اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ کہہ کر یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر سزا میں حد سے بڑھنے کی کوشش کرو گے تو ظالموں میں شمار ہو گے۔ بہرحال یہ بنیادی قانون اور اصول سزا اور اصلاح کا قرآن شریف میں پیش ہوا ہے جو ہماری انفرادی زندگی کے معاملات پر بھی حاوی ہے اور حکومتی معاملات میں بھی بلکہ بین الاقوامی معاملات میں، معاشرے کی اصلاح کے لئے بھی یہ بنیاد ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کسی مجرم کو سزا دینے کا اصل مقصد اصلاح ہے اور اخلاقی بہتری ہے۔ پس اسلام کہتا ہے کہ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے صرف سزا پر زور نہ دو بلکہ اصلاح پر زور دو۔ اگر تو سمجھتے ہو کہ معاف کرنے سے اصلاح ہو گی تو معاف کر دو۔ اگر حالات و واقعات یہ کہتے ہیں کہ سزا دینے سے اصلاح ہو گی تو سزا دو۔ لیکن سزا میں اس بات کا بہرحال خاص طور پر خیال رکھنا ہو گا کہ سزا جرم کی مناسبت سے ہو ورنہ اگر جرم سے زیادہ سزا ہے تو یہ ظلم اور زیادتی ہے اور ظلم اور زیادتی کو خدا تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

پس اسلام میں پہلے مذاہب کی طرح افراط اور تفریط نہیں ہے۔ اس کے اعلیٰ ترین نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ مجرم کی اصلاح ہو گئی ہے تو اپنے انتہائی ظالم دشمن کو بھی معاف فرما دیا۔ آپؐ پر، آپؐ کی اولاد پر، آپؐ کے صحابہ پر کیا کیا ظلم نہیں ہوئے لیکن جب دشمن معافی کا طالب ہوا اور خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ بھول کر معاف فرما دیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ پر مکّہ سے ہجرت کے وقت ایک ظالم شخص ھبار بن اسود نے نیزہ سے قاتلانہ حملہ کیا۔ وہ اس وقت حاملہ تھیں۔ اس حملے کی وجہ سے آپ کو زخم بھی آئے اور آپ کا حمل بھی ضائع ہو گیا۔ آخر کار یہ زخم آپ کے لئے جان لیوا ثابت ہوئے۔ اس جرم کی وجہ سے اس شخص کے خلاف قتل کا فیصلہ دیا گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ شخص بھاگ کر کہیں چلا گیا۔ لیکن بعد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے آئے تو ھبار مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں آپ سے ڈر کر فرار ہو گیا تھا۔ جرم میرے بہت بڑے بڑے ہیں۔ میرے قتل کی سزا آپ دے چکے ہیں۔ لیکن آپ کے عفو اور رحم کے حالات پتا چلے تو یہ چیز مجھے آپ کے پاس لے آئی ہے۔ مجھ میں اتنی جرأت پیدا ہو گئی کہ باوجود اس کے کہ مجھ پر سزا کی حد لگ چکی ہے لیکن آپ کا عفو، معاف کرنا اتنا وسیع ہے کہ اس نے مجھ میں جرأت پیدا کی اور مَیں حاضر ہو گیا۔ کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی ہم جاہلیت اور شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خدا نے ہماری قوم کو آپ کے ذریعہ سے ہدایت دی اور ہلاکت سے بچایا۔ مَیں اپنی زیادتیوں اور جرموں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری جہالت سے صرفِ نظر فرمائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے اس قاتل کو بھی معاف فرما دیا اور فرمایا جا ھبار اللہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور سچی توبہ کرنے کی توفیق دی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 22صفحہ 431 مسند النساء ذکر سن زینب...... حدیث 1051 والسیرۃ الحلبیۃ جلد 3صفحہ 132-131 ذکر مغازیہ ﷺ فتح مکۃ......دارالکتب العلمیۃ بیروت2002)

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شاعر کعب بن زہیر تھا جو مسلمان خواتین کے بارے میں بڑے گندے اشعار کہا کرتا تھا اور ان کی عصمت پر حملے کیا کرتا تھا۔ اس کی بھی سزا کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ جب مکّہ فتح ہوا تو کعب کے بھائی نے اسے لکھا کہ مکہ فتح ہو چکا ہے بہتر ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ لو۔ چنانچہ وہ مدینے آ کر اپنے ایک جاننے والے کے ہاں ٹھہرا اور فجر کی نماز مسجد نبوی میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اور پھر اپنا تعارف کرائے بغیر کہا کہ یا رسول اللہ کعب بن زہیر تائب ہو کر آیا ہے اور معافی چاہتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ آپؐ کیونکہ اس کی شکل سے واقف نہیں تھے۔ اسے جانتے نہیں تھے یا ہو سکتا ہے اس وقت کپڑا اوڑھا ہوا اور باقی صحابہ نے بھی نہ پہچانا ہو۔ بہرحال وہاں کسی نے اسے پہچانا نہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا ہاں آ جائے تو اس نے کہا کہ مَیں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ اس پر ایک انصاری اٹھے اور اسے قتل کرنے لگے کیونکہ اس کے جرموں کی وجہ سے اس پر بھی قتل کی حد لگ چکی تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اب اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ معافی کا خواستگار ہو کر آیا ہے۔ پھر اس نے ایک قصیدہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک خوبصورت چادر انعام کے طور پر اسے دے دی۔

پس یہ دشمن جس کی سزا کا حکم جاری ہو چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے نہ صرف جان بخشوا کر گیا بلکہ انعام لے کر بھی لوٹا۔ تو اس طرح کے اور بہت سارے واقعات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتے ہیں۔ جب آپ نے اصلاح کے بعد اپنے ذاتی دشمنوں کو بھی معاف فرمایا۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کے دشمنوں کو بھی معاف فرمایا اور اسلام کے دشمنوں کو بھی معاف فرمایا۔ لیکن جہاں اصلاح کے لئے سزا کی ضرورت تھی، اگر سزا کی ضرورت پڑی تو آپ نے سزا بھی دی۔ تو اس اہم حکم کی اہمیت کے پیش نظر اصل مقصد یہ ہے کہ تم نے اصلاح کرنی ہے نہ کہ انتقام لینا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ شوریٰ کی اس 41ویں آیت کی اپنی کتب اور ارشادات میں کئی جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ آپ کی تقریباً 13 کتب میں اس کے حوالے نظر آتے ہیں یا شاید اس سے بھی زیادہ ہوں۔ اور ان میں اکیس بائیس جگہ پر مختلف جگہوں پر اس حوالے سے آپ نے بات کی ہے۔ اسی طرح اپنی مجالس میں بھی کئی جگہ اس کا ذکر فرمایا۔ ’اسلامی اصول کی فلاسفی‘ میں آپ نے سزا اور معافی کا فلسفہ اور روح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

”بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو۔“ (اس آیت کی روشنی میں) ”لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو۔ یعنی عین عفو کے محل پر ہو۔ نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا۔“ (یعنی بخشنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پائے گا) فرمایا کہ ”اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ خواہ نخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے“ (بعض جگہ شر کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے) ”اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے۔ بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا۔ پس مجرم کے حق میں اور نیز عامّہ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے“۔ فرمایا کہ ”بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے توبہ کرتا ہے اور بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اَور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو۔“ (یہی نہیں ہے کہ بغیر دیکھے ہم نے گناہ بخشنے ہیں اور صرف یہی ایک کام رہ گیا ہے بلکہ اس حکم پر غور کرو کہ اصلاح تمہارے مدنظر ہو) فرمایا ”بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے آیا بخشنے میں یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔“ فرمایا کہ ”افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر بہت حریص ہوتے ہیں یہاں تک کہ دادوں پردادوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں۔ ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگذر کی عادت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے اِفراط سے دیوّثی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ایسی قابل شرم حلم اور عفو اور درگذر ان سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیّت اور غیرت اور عفّت کے برخلاف ہوتے ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگذر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اٹھتے ہیں۔ انہیں خرابیوں کے لحاظ سے قرآن شریف میں ہر ایک خُلق کے لئے محل اور موقع کی شرط لگا دی گئی ہے اور ایسے خُلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 351-352)

پس یہ بنیادی بات اسلام کی سزاؤں کے فلسفے میں ہے کہ نیکی کیا ہے۔ یہ تم نے تلاش کرنی ہے اور اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے۔ بعض دفعہ معاف کرنا نیکی بن جاتا ہے جس سے اصلاح ہو گئی لیکن بعض دفعہ معاف کرنا برائی بن جاتا ہے کہ غلطی کرنے والا اپنی غلطیوں پر اَور بھی شیر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ سزا دینا نیکی بن جاتا ہے۔ یہ اس شخص پر نیکی کرنا بھی ہے کیونکہ سزا کے ذریعہ سے اسے برائیوں سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ وہ برائیوں سے بچ کر اپنی آئندہ زندگی کو برباد ہونے سے بچائے۔

جو دو مثالیں میں نے دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں معاف فرمایا ان میں ہمیں نظر آتا ہے کہ بڑی تبدیلی پیدا ہوئی۔ جو اسلام کے دشمن تھے، جو غلط کام کرنے والے تھے، اپنی اصلاح کے بعد نیکیوں کے کرنے والے بن گئے اور اسلام کی خدمت کرنے والے بن گئے۔ پس اسلام ایک ایسا سمویا ہوا مذہب ہے جو ہر زمانے میں اپنے احکامات کی اہمیت منواتا ہے۔ مجرم کے حق میں جو بہتر ہے وہ کرو۔ آجکل جو لوگ انسانی حقوق کے علمبردار بنے پھرتے ہیں وہ ایک طرف چلے گئے۔ کسی کا کتنا ہی بڑا قصور ہو، انسانی ہمدردی کے نام پر مجرموں کو بھی اتنی شہ دی جاتی ہے کہ بہت سے جو مجرم ہیں ان میں جرموں کا احساس ہی مٹ گیا ہے۔ قاتل ہیں، پیشہ ور قاتل ہیں یا تکبر و غرور میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہیں اپنے سوا کسی کی زندگی کی کوئی اہمیت نظر نہیں آتی۔ ایسے لوگوں کی سزا تو قتل ہی ہونی چاہئے سوائے اس کے کہ مقتول کے ورثاء خود معاف کر دیں۔ لیکن مغربی دنیا میں اکثر جگہ انسانی حقوق کے نام پر یہ سزا نہیں دی جاتی۔ ملکوں نے اپنے قوانین میں ترمیم کر کے اس سزا کو ختم کر دیا ہے جبکہ ایسے لوگوں کی اصلاح بھی نہیں ہو رہی ہوتی اور وہ ظلم میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یا پھر دوسری انتہا نظر آتی ہے کہ جن میں مسلمان ممالک کے سربراہان کے خلاف مقامی لوگوں نے تحریک چلائی اور انہیں ان کے تخت سے اتار دیا اور پھر بجائے اس کے کہ اگر وہ سزاوار ہیں تو ان پر مقدمہ چلا کر ان کی جو بھی سزا بنتی ہے انہیں دی جائے۔ انہیں مقامی لوگوں کی مدد کرتے ہوئے ظالمانہ طور پر مارا گیا اور یہ مقامی لوگ جب اپنے ان لیڈروں پر ظلم کرتے ہیں تو پیچھے بعض طاقتوں کی شہ ہوتی ہے جس پر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہوتا ہے۔

اسلام تو ہر قسم کی اِفراط اور تفریط سے روکتا ہے اور سزا کے لئے اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو پھر اس میں ہر امیر غریب کے ساتھ ایک جیسا سلوک ہے۔ اور فرمایا اتنی ہی سزا دو جتنا اس نے کیا اور سزا کے کچھ اصول و قواعد بناؤ۔ اور اس پر ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ میں حکومت قائم کی اور اس

کے بعد خلفاء نے اس پر عمل کر کے دکھایا کہ کس طرح سزا ملنی چاہئے اور سزا کا مقصد کیا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ صرف یہی نہیں دیکھنا کہ مجرم کے حق میں کیا بہتر ہے۔ صرف مجرم کا ہی خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ بعض دفعہ یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ عام معاشرے میں کیا بہتر ہے۔ چھوٹی چیز کو بڑی کے لئے قربان کرنا یا معاشرے کے وسیع تر مفاد کو سامنے رکھنا یہ بعض دفعہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے کسی بھی سزا کے فیصلے کے وقت یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ معاشرے پر مجموعی طور پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ بعض دفعہ معاف کرنا معاشرے میں غلط تاثر پیدا کرتا ہے کہ دیکھو اتنا بڑا مجرم ایک غلط کام کر کے پھر بچ گیا۔ تو شرارتی طبع لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بھی غلط کام کر کے معافی مانگ کر بچ جائیں گے۔ یہ صورتحال پھر مجرموں کو اپنے برے افعال کرنے کے لئے جرأت پیدا کرتی ہے اور تقویت دیتی ہے۔ اسی طرح شرفاء خوفزدہ ہونا شروع ہوتے ہیں یا عمومی طور پر لوگ بے چینی محسوس کرتے ہیں اور اس بے چینی کو دُور کرنے کے لئے پھر اپنی ترکیبیں سوچتے ہیں۔ اکثریت بے شک خود حفاظتی کا انتظام کرتی ہے اگر ایسی لاقانونیت کا دور ہو لیکن کچھ عدم تحفظ کی وجہ سے اگر لاقانونیت نہ بھی ہو اور عدم تحفظ ہو تو پھر خود ہی قانون بھی اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے باوجود ایسی خوبصورت تعلیم کے ہمیں ایسی صورتحال مسلمان ممالک میں اکثر نظر آتی ہے۔ سزا اور معافی کے غیر منصفانہ عمل نے مجرموں کو پیدا کرنے میں ایک کردار ادا کیا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے پھر دوسرے بھی وہی حرکتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ سزا دینے اور معاف کرنے میں یہ ایک بہت بڑی بات پیش نظر ہونی چاہئے کہ سزا یا معافی سے معاشرہ کیا اثر لیتا ہے۔ اگر معافیاں مجرموں کو دلیر کر رہی ہیں تو پھر سزاؤں کی ضرورت ہے نہ کہ معافیوں کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر اسلام کی خوبصورت تعلیم کا توریت اور انجیل سے مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’انجیل میں لکھا ہے کہ تو بدی کا مقابلہ نہ کر‘‘۔ فرمایا کہ ’’انجیل میں لکھا ہے کہ تُو بدی کا مقابلہ نہ کر۔ غرض انجیل کی تعلیم تفریط کی طرف جھکی ہوئی ہے اور بجز خاص حالات کے ماتحت ہونے کے انسان اس پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ دوسری طرف توریت کی تعلیم کو دیکھا جاوے تو وہ اِفراط کی طرف جھکی ہوئی ہے اور اس میں بھی صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت توڑ دیا جاوے۔ اس میں عفو اور درگذر کا نام تک بھی نہیں لیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کتابیں مختص الزمان اور مختص القوم ہی تھیں‘‘۔ (یعنی ایک خاص زمانے کے لئے اور ایک خاص قوم کے لئے تھیں) ’’مگر قرآن شریف نے ہمیں کیا پاک راہ بتائی ہے جو اِفراط اور تفریط سے پاک اور عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ مثلاً مثال کے طور پر قرآن شریف میں فرمایا ہے: جَـزٰٓؤُا سَيِّـئَةٍ سَيِّـئَةٌ مِّثْلُهَا۔ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ: 41) یعنی جتنی بدی کی گئی ہو اسی قدر بدی کرنی جائز ہے۔‘‘ (یعنی اتنی سزا دینی جائز ہے) ’’لیکن اگر کوئی معاف کر دے اور اس معافی میں اصلاح مدنظر ہو۔ بے محل اور بے موقعہ عفو نہ ہو بلکہ برمحل ہو تو ایسے معاف کرنے والے کے واسطے اس کا اجر ہے جو اسے خدا سے ملے گا۔ دیکھو کیسی پاک تعلیم ہے۔ نہ اِفراط، نہ تفریط۔ انتقام کی اجازت ہے مگر معافی کی تحریص بھی موجود ہے۔‘‘ (بدلہ لینے کا حکم ہے لیکن ساتھ ہی معافی کے لئے توجہ دلائی گئی ہے بلکہ حرص دلائی گئی ہے کہ اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں انعام ملے گا) فرمایا کہ ’’بشرط اصلاح یہ ایک تیسرا مسلک ہے جو قرآن شریف نے دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ اب ایک سلیم الفطرت انسان کا فرض ہے کہ ان میں خود موازنہ اور مقابلہ کر کے دیکھ لے کہ کون سی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق ہے اور کونسی تعلیم ایسی ہے کہ فطرت صحیح اور کانشس اسے دھکّے دیتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 10 صفحہ 402-401۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

پس اسلام کی تعلیم ہی ہے جو ہر زمانے میں دنیا کے مسائل کا حل ہے چاہے وہ سزا کے لئے ہوں یا دوسرے مسائل ہوں۔ اسلام کہتا ہے کہ جب تم ایک دفعہ معاف کر دو تو پھر کینوں اور بغضوں کو بھی دل سے نکال دو۔ آپ نے فرمایا بعض لوگوں کے دلوں میں اتنے کینے ہوتے ہیں کہ دادوں پڑ دادوں کے زمانے کی باتیں بھی یاد رکھتے ہیں اور معاف نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ’’یہ مومن کی شان نہیں ہے کہ کینے دلوں میں رکھے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اُسوہ اس بارہ میں ہمارے سامنے ہے۔ جنگ اُحد میں ابو سفیان کی بیوی ہند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کا مثلہ کیا۔ ناک کان اور دوسرے اعضاء کاٹ کر لاش کا حلیہ بگاڑ دیا۔ ان کا کلیجہ نکال کر چبا لیا۔ ظلم اور بربریت کی انتہا کی۔ دوسری طرف اس سب کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ کیا ہے کہ فتح مکہ پر ہند نقاب اوڑھ کر آپ کی مجلس میں آ گئی۔ کھلے طور پر آ نہیں سکتی تھی کیونکہ اس جرم کی وجہ سے اس کے لئے بھی قتل کی سزا مقرر ہوئی ہوئی تھی۔ آپ کی مجلس میں آ کر اس نے بیعت کی۔ مسلمان ہو گئی اور اس دوران بعض استفسارات کئے۔ بعض سوالات پوچھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آواز پہچان گئے۔ آپ نے پوچھا کیا تم ابوسفیان کی بیوی ہند ہو؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ لیکن یا رسول اللہ! اب تو مَیں دل سے مسلمان ہو چکی ہوں۔ جو پہلے ہو چکا اس سے درگذر فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ اس کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ مزید اس کی کایا پلٹ گئی۔ گھر جا کر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا اور دو بکرے بھون کر آپ کی خدمت میں بھیجے اور کہا کہ آج جانور کم ہیں اس لئے یہ معمولی تحفہ بھیج رہی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعا دی کہ اے اللہ! ہند کی بکریوں میں برکت ڈال دے۔ چنانچہ کہتے ہیں اس کے نتیجہ میں اس کا اتنا بڑا ریوڑ ہو گیا تھا کہ سنبھالا نہیں جاتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک طبقہ تو وہ ہے جو معاف کرنا جانتا ہی نہیں اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے دادوں پڑدادوں کے وقت کی رنجشیں بھی یاد رکھی ہوئی ہیں۔ اور دوسری طرف ایسے بے غیرت اور دیوث لوگ ہیں کہ نیک چلنی پر ایک داغ ہیں۔ معافی کے نام پر بے غیرتی دکھاتے ہیں۔ پس بے غیرتی بھی نہیں ہونی چاہئے اور ظلم بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی کسی کی بیٹی بہن کی عزت پر حملہ کرتا ہے، عصمت پر حملہ کرتا ہے تو قانون کے دائرے میں کارروائی کرنی چاہئے۔ وہاں معافی کا سوال نہیں ہے۔ پس معافی اور بے غیرتی میں فرق بھی معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن قانون ہاتھ میں نہیں لینا یہ بہرحال شرط ہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد جگہ اس حوالے سے وضاحت فرمائی ہے۔ آپ کے بعض مزید حوالے بھی پیش کرتا ہوں۔ بظاہر حوالوں کو دیکھنے سے یہ لگتا ہے کہ ایک ہی مضمون نظر کے سامنے آ رہا ہے لیکن ہر موقع پر آپ نے اس حوالے سے جو ارشاد فرمایا ہے اس میں مختلف رنگ اور مختلف نصیحت ہے۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ:

’’بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو، نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اسے اس کا بدلہ دے گا۔ پس قرآن کے رُو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے‘‘ (نہ انتقام لینا قابل تعریف ہے) ’’اور نہ ہر یک جگہ عفو قابل تعریف ہے۔ بلکہ محل شناسی کرنی چاہئے۔ اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندی محل اور مصلحت ہو، نہ بے قیدی کے رنگ میں۔ یہی قرآن کا مطلب ہے‘‘۔ (کشتیٔ نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 30)

پس فرمایا خدا اس شخص سے راضی ہوتا ہے جس کی نیت نیک ہے اور اس کے فعل اور کام کا مقصد اصلاح ہے۔ دیوث شخص کے معاف کرنے سے خدا راضی نہیں ہو گا۔ نہ اس سے راضی ہوتا ہے جو انتقام کی نیت رکھتا ہو۔ یہ دونوں چیزیں سامنے ہونی چاہئیں۔ نہ اتنی نرمی ہو کہ بالکل بے غیرت ہو جائے، اس سے بھی اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اور نہ انتقام کی نیت ہو۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے۔ پس ہر دو حدود کو سامنے رکھتے ہوئے معافی اور سزا کے فیصلے کرنے چاہئیں۔

اس بارے میں جماعتی عہدیداروں اور نظام کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ عموماً تو خیال رکھا جاتا ہے لیکن بعض کے خلاف جو فیصلے ہوتے ہیں یا سفارش مجھے آتی ہے تو مَیں یہ تو نہیں کہتا کہ انتقام کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن یہ ضرور بعض دفعہ ہوتا ہے کہ سفارش کرنے والے کا طبعًا رجحان سختی کی طرف ہوتا ہے اور بعض ضرورت سے زیادہ نرمی اور معافی کا رجحان رکھتے ہیں جس سے پھر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

پس نہ سزا دینا پسندیدہ ہے، نہ معاف کرنا قابل تعریف ہے۔ اصل چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اور یہ اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب اصلاح مقصد ہو اور اس کے لئے متعلقہ محکموں کو چاہئے کہ وہ کوشش کریں چاہے وہ امور عامہ ہے یا قضا ہے کہ بڑی گہرائی میں جا کر سفارش اور فیصلے کرنے چاہئیں تا کہ وہ حقیقی نظام اور حالات ہم اپنے میں اور جماعت میں پیدا کر سکیں جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں اور اس کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا اور مدد مانگنے کی بھی ضرورت ہے۔ جب بھی کوئی فیصلہ ہو دعا کے ساتھ ہو اور پھر خلیفۂ وقت کے پاس سفارش ہونی چاہئے تا کہ ہر قسم کے بداثرات سے وہ شخص بھی محفوظ رہے جس کے خلاف شکایت کی جا رہی ہے اور نظام جماعت بھی محفوظ رہے اور وہ فیصلہ جماعت میں کسی بھی قسم کی بے چینی کا باعث نہ بنے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ اپنی کتاب ’نسیم دعوت‘ میں اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے کہ اسلام کے معترضین اور غیر مسلموں کو اسلام کی اس خوبصورت تعلیم کا علم ہونا چاہئے۔ آپ نے یہ بڑا کھول کے بتایا کہ یہ ایسی خوبصورت تعلیم ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:

’’اگر کوئی تمہیں دکھ پہنچاوے مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کی سزا اسی قدر بدی ہے جو اس نے کی لیکن اگر تم ایسی صورت میں گناہ معاف کر دو کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی اصلاح ہو سکے۔ یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آ جائے‘‘ (اصلاح ہو جائے، مجرم آئندہ باز آ جائے) ’’تو اِس صورت میں معاف کرنا ہی بہتر ہے اور اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

اب دیکھو اس آیت میں دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اور عفو اور انتقام کو مصلحت وقت سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔‘‘ (مصلحت وقت یہ ہے کہ موقع اور محل کے مطابق کام ہو) ’’سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس پر نظام عالم کا چل رہا ہے۔ رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا یہی عقلمندی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور نہیں ڈال سکتے بلکہ حسب موقعہ گرم اور سرد

غذائیں بدلتے رہتے ہیں‘‘ (گرمیوں میں خوراک کے لئے ہماری اور ترجیحات ہوتی ہیں۔ سردیوں میں اَور ہوتی ہیں۔ بیلنسڈ ڈائٹ (Balanced Diet) کی باتیں کی جاتی ہیں تو فرمایا کہ یہ جو ہر جگہ قدرت کا اصول ہے یہاں بھی کام آنا چاہئے) فرمایا ’’اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی مناسب حال بدلتے رہتے ہیں۔ پس اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے‘‘۔ (جس طرح قدرت کا قانون یہ ہے کہ ہماری خوراک بھی ادلتی بدلتی رہے۔ اور خوراک موسموں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے پیدا بھی فرمائی ہے۔ اسی طرح گرمی سردی کے موسم میں کپڑوں کا ادلنا بدلنا ہے یہ ساری چیزیں بھی قانون قدرت کے مطابق ہیں۔ فرمایا اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے۔)

لباس کے بارے میں ضمناً مَیں یہ بھی بتادوں کہ گرمیوں میں یہاں تو عورتوں کا خاص طور پہ بالکل ننگا لباس ہوجاتا ہے اور سردیوں میں سکارف سے سر بالکل لپیٹا ہوتا ہے، کوٹ پہنا ہوتا ہے اور بڑا مناسب لباس ہوتا ہے۔ لیکن یہی لباس اگر مسلمان عورتیں، حجاب لینے والی عورتیں سردیوں کا لباس تو نہیں لیکن سر ڈھانکنے کی حد تک گرمیوں میں سر ڈھانک لیں تو ان کے خلاف یہ حد لگ جاتی ہے کہ یہ عورتوں کے حقوق ختم کئے جارہے ہیں۔ بلکہ اب اس میں یہاں تک حکومت نے دخل اندازی شروع کردی ہے اور یہ بھی ایک دوسری طرح کی دخل اندازی ہے جس کا مقصد اصلاح نہیں بلکہ ناانصافی ہے۔ پچھلے دنوں میں وزیراعظم صاحب کا بیان تھا کہ ہم سوچ رہے ہیں کہ اگر عورتیں یا کام کرنے والی عورتیں جو کسی بھی پیشہ کی ہیں پبلک جگہوں پر حجاب لے کر آئیں گی تو ان کو کام سے نکال دیا جائے گا۔ تو یہ جو چیزیں اور دنیاوی قانون ہیں یہ ایک دوسری طرف چلے گئے ہیں، ایک دوسری extreme پر چلے گئے ہیں جس سے پھر فساد پیدا ہوتا ہے، بے چینیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ ایسے قانون نہ بناؤ، ایسے فیصلے نہ کرو جن سے بے چینیاں پیدا ہوں بلکہ وہ فیصلے کرو جو بہتر ہوں، معاشرے کے لئے بہتر ہوں، اس شخص کے لئے بہتر ہوں۔ اور ایسے فیصلے جو ہوں گے پھر اس سے خدا تعالیٰ بھی راضی ہوگا۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ’’اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے۔ ایک وقت رعب دکھلانے کا مقام ہوتا ہے۔ وہاں نرمی اور درگزر سے کام بگڑتا ہے۔ اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے اور وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے۔ غرض ہر ایک وقت اور ہر ایک مقام ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا وہ حیوان ہے۔ نہ انسان۔ اور وحشی ہے، نہ مہذب۔‘‘ (نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 437-438)

موقع اور محل اور وقت کی مصلحت کے مطابق کام کرنے کے لئے آپ نے قانون قدرت کے مطابق مثال دی ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا۔ غذاؤں میں توازن بھی ضروری ہے اور ایک ہی قسم کی غذائیں انسان استعمال نہیں کرتا۔ آجکل کے بھی جو نیوٹریشن (Nutrition) کے ماہر ہیں اپنے مریضوں کو بڑے بڑے چارٹ بنا کر دیتے ہیں کہ اس کے مطابق غذا کھاؤ اور اس سے ہی، یعنی غذا سے ہی علاج ہوتے ہیں۔ اسی طرح موسمی حالات کے مطابق ہمارے کپڑے ہیں۔ تو بہرحال آپ نے فرمایا کہ یہ قانون قدرت اخلاقی حالت پہ بھی حاوی ہے۔ فرمایا کہیں تو نرمی اور درگذر سے کام بگڑتا ہے۔ کہیں رعب دکھانے سے، سختی کرنے سے کام بگڑتا ہے۔ پس انسان کی اس فطرت کو ہر جگہ لاگو کرنے کی ضرورت ہے کہ جو تبدیلیاں ہیں اس کی طبیعت کے مطابق ہوں۔ اصلاح کے لئے جو تجویز کیا گیا ہو وہ کسی بھی انسان کی طبیعت کے مطابق ہو اور یہی انسان اور حیوان میں فرق ہے۔

پھر ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ: ’’قرآن شریف نے بے فائدہ عفو اور درگزر کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس سے انسانی اخلاق بگڑتے ہیں اور شیرازہ نظام درہم برہم ہوجاتا ہے بلکہ اس عفو کی اجازت دی ہے جس سے کوئی اصلاح ہوسکے‘‘۔ (چشمۂ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 346۔ حاشیہ)

پس یہ بہت اہم بات ہے۔ عفو اور درگذر اگر بلاوجہ ہو تو نظام درہم برہم ہوجاتا ہے اور انسان کے اندر بے قیدی پیدا ہوجاتی ہے۔ اپنی حدود سے باہر نکلنا شروع ہوجاتا ہے۔ نظام قائم نہیں رہتا۔ پس جن کو اصلاح کے لئے سزا ملتی ہے وہ بجائے ڈھٹائی دکھانے کے اس بات کی طرف زیادہ توجہ دیں کہ ہم نے اپنی اصلاح کس طرح کرنی ہے۔ اس کے لئے استغفار کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

جماعت میں کوئی سزا کسی انتقام کی وجہ سے نہیں دی جاتی جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا۔ اصلاح کے لئے دی جاتی ہے اور یہی کوشش ہونی چاہئے اور ہوتی ہے۔ صرف عہدیداروں کے لئے ہی یہ نہیں ہے۔ صرف عہدیداروں کا ہی قصور نہیں بلکہ افراد کے بھی قصور ہوتے ہیں۔ اگر ہر شخص اپنے روزمرہ کے معاملات میں اور آپس کے تعلقات میں اپنا جائزہ لے کہ وہ دوسروں کے متعلق کس طرح سوچتا ہے اور اپنے متعلق کیا سوچتا ہے تو اس سے معاشرے میں ایک خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ پس اصل چیز یہی ہے کہ ہر وقت یہ خیال رہے کہ ہر فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہو۔ جب یہ ہوگا تبھی اصلاح ہوگی۔

ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

’’بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے لیکن اگر کوئی عفو کرے مگر وہ عفو بے محل نہ ہو بلکہ اس عفو سے اصلاح مقصود ہو تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ مثلاً اگر چور کو چھوڑ دیا جاوے تو وہ دلیر ہو کر ڈاکہ زنی کرے گا اس کو سزا ہی دینی چاہئے۔ لیکن اگر دو نوکر ہوں ایک ان میں سے ایسا ہو کہ ذرا سی چشم نمائی ہی اس کو شرمندہ کر دیتی ہے۔ (ذرا سا غور سے اس کے غلط کام کو دیکھا تو وہ اس کو شرمندہ کر دے اور وہ اپنی اصلاح کرلے۔) اس کی اصلاح کا موجب ہوتی ہے تو اس کو سخت سزا مناسب نہیں۔ (بعض صرف اشارے سے سمجھ جاتے ہیں اس لئے ان کو کچھ کہنا بھی نہیں پڑتا۔ ان کو دیکھنے سے ہی ان کی اصلاح ہوجاتی ہے) مگر دوسرا عمداً شرارت کرتا ہے اس کو عفو کریں تو بگڑتا ہے۔ اس کو سزا ہی دی جاوے (تو تبھی ٹھیک ہے۔) تو بتاؤ مناسب حکم وہ ہے جو قرآن کریم نے دیا ہے یا وہ جو انجیل پیش کرتی ہے۔ قانون قدرت کیا چاہتا ہے۔ وہ تقسیم و رؤیت محل چاہتا ہے۔ یہ تعلیم کہ عفو سے اصلاح مدّنظر ہو ایسی تعلیم ہے جس کی نظیر نہیں اور اسی پر آخر متمدّن انسان کو چلنا پڑتا ہے اور یہی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے انسان میں قوت اجتہاد اور تدبّر اور فراست بڑھتی ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ ہر طرح کی شہادت سے دیکھو اور فراست سے غور کرو‘‘۔ اب کہتے ہیں جی اسلام پابندیاں لگا دیتا ہے، غور پہ روک دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جو چیزیں ہیں اس ایک حکم میں ہی دیکھ لو۔ کیسا حکم ہے کہ اس سے تدبر اور فراست کی قوت بڑھتی ہے۔ اجتہاد کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ’’اگر عفو سے فائدہ ہو تو معاف کرو لیکن اگر خبیث اور شریر ہے تو پھر جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا پر عمل کرو اسی طرح پر اسلام کی دوسری پاک تعلیمات ہیں جو ہر زمانے میں روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔‘‘ (الحکم جلد 4۔ نمبر 14 مورخہ 17 اپریل 1900 صفحہ 5 و 6۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 4 صفحہ 109)

پس ان دو باتوں کو ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور اس لئے سامنے رکھنا چاہئے کہ ہم نے اصلاح کرنی ہے اور برائیوں کو روکنا ہے۔ معاشرے میں امن اور سلامتی کی فضا پیدا کرنی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے کیونکہ وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم بلال محمود صاحب ولد مکرم ممتاز احمد صاحب سندھی دارالیمن غربی شکر ربوہ کا ہے۔ بلال محمود صاحب ابن ممتاز سندھی صاحب مرحوم کو مورخہ 11؍جنوری 2016ء کی رات کو ربوہ میں شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رات کے وقت اپنے گھر جا رہے تھے کہ نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ تفصیل کے مطابق یہ ہے کہ تقریباً نو بجے رات اپنی دوکان واقع بلال مارکیٹ نزد پھاٹک سے گھر واپس جا رہے تھے کہ درّہ کے قریب نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ کی اور فرار ہوگئے۔ فائرنگ کے نتیجہ میں بلال صاحب کو پانچ گولیاں لگیں جن میں سے دو گولیاں سر میں لگیں۔ ان کو فضل عمر ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں سے ابتدائی طبی امداد کے بعد الائیڈ ہسپتال فیصل آباد بھیج دیا گیا جہاں پر ڈاکٹر ابھی طبیعت سنبھلنے کا انتظار کر رہے تھے اور گولیاں نکالنے کے لئے آپریشن نہیں کیا تھا کہ اس دوران ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

1989ء میں یہ گوٹھ بلال نگر نزد نوکوٹ ضلع میرپور خاص میں پیدا ہوئے تھے۔ وقفِ نَو کی بابرکت تحریک میں شامل تھے۔ میٹرک تک ہی تعلیم حاصل کی تھی۔ 2003ء میں والد کی وفات ہوگئی، پھر یہ خاندان ربوہ شفٹ ہوگیا۔ 2008ء میں تجدید وقف کر کے دفتر وصیت صدر انجمن احمدیہ کے نئے کارکن کے طور پر تعینات ہوئے۔ وہیں وفات تک خدمت سرانجام دیتے رہے۔ شام کے وقت تھوڑی دیر کے لئے اپنی چھوٹی سی دوکان تھی اس میں بھی جاتے تھے۔ اپنے حلقہ میں ان کو مختلف حیثیتوں سے جماعتی کام کرنے کی توفیق ملی اور آجکل اپنے محلے کے سیکرٹری وصایا بھی تھے۔ مرحوم کی شادی 2015ء کے اپریل میں ہوئی تھی اور اب ان کی اہلیہ بھی امید سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی فضل فرمائے اور آنے والی اولاد پر بھی فضل فرمائے۔ انتہائی شریف النفس، ہمدرد اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے کام میں سنجیدہ، محنتی، اطاعت گزار تھے۔ خلافت سے گہرا تعلق تھا۔ ہر ایک سے احترام اور ادب سے، محبت سے پیش آنے والے تھے۔ عزیز رشتے داروں کے ساتھ بھی اور والدہ اور بہنوں کے ساتھ بہت محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ مبشرہ بلال صاحبہ اور والدہ مبارکہ ممتاز صاحبہ کے علاوہ ایک بھائی اور دو ہمشیرگان سوگوار چھوڑے ہیں۔ ان کے پہلے سیکرٹری مجلس کارپرداز اور موجودہ بھی ان دونوں نے اسی بات کو لکھا ہے کہ بڑے ہونہار اور نہایت محنت سے کام کرنے والے تھے اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ کسی موقع پر کوئی سُستی یا کوتاہی دکھائی ہو اور ہمیشہ مسکراتے بھی رہتے تھے۔ دفتر وقت پہ آتے۔ جو کام کہو بھاگ کر کرنے والے تھے۔ ایسے کارکن کم ہی ملتے ہیں جو ہر وقت مسکراتے رہیں۔ اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ اطاعت اور فرمانبرداری میں نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور نصیر صاحب جو موجودہ سیکرٹری کارپرداز ہیں لکھتے ہیں کہ خلافت سے شہید کا ایسا تعلق تھا کہ اسے دیکھ کے ہمیں رشک آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی
’’تفسیرِ کبیر‘‘ کا تعارف اور اُس کے محاسن

جمیل احمد بٹ۔ کراچی

امت کے موعود مسیح اور مہدی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامات بیان فرمائیں ان میں منجملہ ایک یہ بھی تھی کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزولِ عیسیٰ) ترجمہ: وہ (مسیح موعود) شادی کرے گا اور اس کو اولاد دی جائے گی۔

وقت آنے پر اس پیش خبری کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام فرمائی اور رحمت کے طور پر دئے جانے والے اس موعود بچے کی ایک غرض یہ قرار دی کہ: ’تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو‘۔

(اشتہار 20 فروری 1886ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ نمبر 95 بار دوم ربوہ)

تدبیرِ الٰہی:

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکہ علمِ الٰہی میں اس پیشگوئی کے مصداق تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیش خبری کے اس مقصد کی تکمیل کے لئے خود اپنی جناب سے قرآنِ کریم کا علم اور عرفان عطا فرمایا جس کا آغاز اوائل عمری میں ہی ہو گیا تھا۔ جیسا کہ آپ نے خود ذکر فرمایا:

’مَیں چھوٹا ہی تھا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا...... فرشتہ نے مجھے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی ...... جب وہ ختم کر چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو مَیں نے دیکھا کہ اس تفسیر کی ایک دو باتیں مجھے یاد تھیں۔ لیکن معاً بعد مَیں سو گیا اور جب اٹھا تو کوئی حصہ بھی یاد نہ تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے ایک مجلس میں اس سورۃ پر کچھ بولنا پڑا اور مَیں نے دیکھا کہ اس کے نئے نئے مطالب میرے ذہن میں نازل ہو رہے ہیں اور مَیں سمجھ گیا کہ فرشتہ کے تفسیر سکھانے کا یہی مطلب تھا۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک ہمیشہ اس سورۃ کے نئے نئے مطالب مجھے سکھائے جاتے ہیں‘۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل صفحہ نمبر 6 شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کو تعلیم القرآن کا یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہا جیسا کہ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

’قرآنِ کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں اور مَیں اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ اس نے کئی ایسی آیات جو مجھ پر واضح نہیں تھیں ان کے معانی بطور وحی یا القاء میرے دل پر نازل کئے اور اس طرح اپنے خاص علوم سے اس نے مجھے بہرہ ور کیا۔ مثال کے طور پر سورۃ بقرہ کی ترتیب کو پیش کرتا ہوں۔ مَیں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ یکدم مجھے القاء ہوا کہ فلاں آیت اس کی کنجی ہے اور جب مَیں نے غور کیا تو اس کی تمام ترتیب مجھ پر روشن ہو گئی۔ اسی طرح سورۂ فاتحہ کے مضامین مجھے القاءً اور الہاماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیا میں بتائے گئے تھے اس کے بعد خدا تعالیٰ نے میرا سینہ سورۂ فاتحہ کے حقائق سے لبریز فرمایا۔ قرآنِ کریم کی ترتیبیں بیسوں آیات کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء مجھے سمجھائی گی ہیں‘۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد ہشتم صفحہ نمبر 483 شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

اشاعتِ علمِ قرآن:

اس خداداد علم کو آپ نے خوب نشر کیا۔ بعمر 21 سال وسط فروری 1910ء میں قرآن مجید کا اوّلین درس دیا۔ (الحکم 21 فروری 1910ء بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد نمبر 3 از مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر 314 نیا ایڈیشن) اور 1962ء میں آپ کی تفسیرِ کبیر کی آخری جلد شائع ہوئی۔ یوں اشاعتِ علمِ قرآن کی یہ تاریخ نصف صدی پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں درسِ قرآن کے جاری سلسلے، کم و بیش دو ہزار خطباتِ جمعہ، عیدین کے خطبات، جلسہ ہائے سالانہ، دیگر تقاریب اور جلسوں میں ہزار ہا پُر معارف تقاریر میں آپ نے قرآن مجید کے مضامین بیان فرمائے۔ بڑی تعداد میں مختلف النوع مضامین پر مشتمل آپ کی مستقل تصانیف بھی اسی طرح قرآنی انوار سے پر رہیں۔ ان سب پر مستزاد تفسیرِ صغیر اور تفسیرِ کبیر ہیں۔

تفسیرِ صغیر: حضرت مصلح موعودؓ نے اس عمر میں جب کمزوریٔ صحت کے سبب ڈاکٹر آپ کو آرام کا مشورہ دے رہے تھے قرآنِ کریم کے ایک بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا اور عربی زبان کی باریکیوں اور قواعد کے اندر رہ کر ایسا مربوط اور مسلسل ترجمہ کیا اور ساتھ حسبِ ضرورت مختصر تفسیر بھی کہ ہر کوئی اسے پڑھ کر قرآنِ کریم کے حسن کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ ترجمہ پہلی بار دسمبر 1957ء میں شائع ہوا۔

تفسیرِ کبیر: تفسیرِ کبیر حضرت مصلحِ موعود کے تبحرِ علمی، فہمِ قرآن اور بے انت خداداد علم و عرفان کا حیرت انگیز مظہر ہے۔ اس کا مطالعہ ہر قاری کو جہاں ایک طرف قرآنِ کریم کے بے پایاں بحرِ علم سے ہم کنار کرتا وہیں قرآنی اصول مندرجہ سورۃ واقعہ 56 آیت 80 کے تابع کہ

’اس کے اعلیٰ درجہ کے مخفی اسرار صرف ان پر ظاہر کئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک کئے گئے ہوں‘۔

(قرآنِ کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمدؒ صفحہ نمبر 990 حاشیہ) حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزگی اور تعلق باللہ پر بھی اس سے روشنی پڑتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 4 ستمبر 1906ء کے ایک کشف کے ذکر میں فرمایا:

’ایک چوغہ زرّیں جس پر بہت سنہری کام کیا ہوا ہے مجھے غیب سے دیا گیا ہے‘۔ پھر دیکھا: ’وہ چوغہ ایک کتاب کی شکل میں ہو گیا جس کو تفسیرِ کبیر کہتے ہیں‘۔

اس کشف کی تعبیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

’تفسیرِ کبیر جو چوغہ کے رنگ میں دکھائی گئی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ہمارے لئے موجبِ عزت اور زینت ہوگی۔ واللہ اعلم‘۔

(تذکرہ صفحہ نمبر 566-567 ایڈیشن چہارم 2004ء شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

حتمی طور پر اگر یہ نہ بھی کہا جا سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشف میں جو تفسیر کبیر دیکھی وہ یہی تھی جو بعد میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمائی لیکن اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی یہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ کے لئے بے حساب موجبِ عزت اور زینت ہوئی۔

تفسیرِ کبیر کا کچھ تعارف حضرت مصلح موعود کی زبانی

تفسیرِ کبیر کی شائع ہونے والی پہلی جلد کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ’’کچھ تفسیرِ کبیر کے متعلق‘ کے زیرِ عنوان ایک دیباچہ بھی تحریر فرمایا جس میں مندرج بہت سی باتیں ایسی تھیں جو تفسیرِ کبیر کا ایک منفرد تعارف ہیں۔ اس لئے اختصار سے ایسے چند نکات کا دہرانا مفید ہوگا۔

عطیۂ خداوندی: ’اس تفسیر کا بہت سا مضمون میرے غور کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے مگر بہر حال چونکہ میرے دماغ نے بھی اس کام میں حصہ لیا ہے اس لئے ممکن ہے کہ کوئی بات اس میں ایسی ہو جو قرآنِ کریم کے منشاء کو پورے طور پر واضح نہ کرتی ہو۔ اس لئے مَیں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے کلام کی خوبیوں سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور انسانی غلطیوں کے نقصان سے محفوظ رکھے‘۔ (صفحہ الف)

ترتیب مضامین: ’انشاء اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے معانی کا ایک سلسلہ پوری ترتیب کے ساتھ پڑھنے والے کی سمجھ میں آ جائے گا اور وہ کسی سورۃ یا کسی آیت کو بے جوڑ نہ سمجھے گا۔ ترتیب کا مضمون ان مضامین میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور پر سمجھائے ہیں‘۔ (صفحہ الف)

سات بطن: قرآنِ کریم کے سات بطون کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی روشنی میں آپ نے فرمایا: ’قرآنِ کریم کی کوئی تفسیر جو سب معانی پر مشتمل ہونا ممکن ہے‘۔ (صفحہ ب)

ضرورتِ زمانہ کے مطابق: ’اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرما کر موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے متعلق بہت کچھ انکشاف فرمایا‘۔ (صفحہ ب)

گزشتہ مفسرین کی خدمات کا اعتراف: ’پہلے مفسرین نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت بڑی خدمت قرآنِ کریم کی کی ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا‘۔ (صفحہ ب)

آپ نے گزشتہ مفسرین میں سے علامہ ابنِ کثیر، صاحبِ محیط علامہ ابو حیان، صاحبِ کشّاف علامہ زمخشری، طبری اور گزشتہ صدی کی تفسیر روح المعانی کا نام لے کر ذکر فرمایا۔ (صفحہ ب)۔ نیز لکھا ’علامہ ابو البقاء نے اعرابِ قرآن کے متعلق اِمْلاءُ مَامَنَّ بِہِ الرَّحْمٰن لکھ کر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے ان تفاسیر کی چار اصولی غلطیوں کی نشاندہی بھی فرمائی۔ (صفحہ ب)

تفسیرِ کبیر کے مأخذ: اپنے تفسیر کے ماخذوں میں آپ نے سب سے اوّل اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کہ

’’اسی نے اپنے فضل سے مجھے قرآنِ کریم کی سمجھ دی اور اس کے بہت سے علوم مجھ پر کھولے اور کھولتا رہتا ہے‘‘۔ (صفحہ ج)

ii۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خوبصورت ذکر فرمایا:

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو اپنے نفس پر وارد کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ مجسم ہو گئے۔ آپ کی ہر حرکت اور ہر سکون قرآن کی تفسیر تھے۔ آپ کا ہر خیال اور ہر ارادہ قرآن کی تفسیر تھا۔ آپ کا ہر احساس اور ہر جذبہ قرآن کی تفسیر تھا۔ آپ کی آنکھوں کی چمک میں قرآنی نور کی بجلیاں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات قرآن کے باغ کے پھول ہوتے تھے‘۔ (صفحہ ج)

iii۔ تیسرے نمبر پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے یہ روشن الفاظ لکھے:

’(حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے قرآن کے بلند و بالا درخت کے گرد سے جھوٹی روایات کی اکاس بیل کو کاٹ پھینکا اور خدا سے مدد پا کر اس جنتی درخت کو سینچا اور پھر سرسبز وشاداب ہونے کا موقع دیا‘۔ (صفحہ ج)

iv۔ چوتھے نمبر پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولانا حکیم نور الدین بھیروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ان محبت بھرے الفاظ میں فرمایا:

’مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں۔ وہ صرف اس کے فضل سے ہے مگر اس فضل کے جذب کرنے میں حضرت استاذی المکرّم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کا بہت سا حصہ ہے۔...... اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی‘۔ (صفحہ ج)

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد سوم صفحہ نمبر الف، ب، ج نیا ایڈیشن شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

تفسیر کبیر لکھنے کی وجہ:

تفسیرِ کبیر کی شائع ہونے والی پہلی جلد (موجودہ جلد سوم) کے متذکرہ بالا دیباچہ کے علاوہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیرِ کبیر کی شائع ہونے والی چوتھی جلد کے لئے بھی ایک دیباچہ بعنوان ’کلام اللہ‘ رقم فرمایا۔ یہ جلد سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے ابتدائی نو (9) رکوع پر مشتمل تھی (موجودہ جلد اوّل)۔ اس مختصر سے دیباچہ میں آپ نے اس تفسیر لکھنے کی یہ وجہ بیان فرمائی:

’مَیں نے اس امید کے ساتھ اس کلام اللہ کی تفسیر لکھی کہ جو لوگ عربی نہیں جانتے یا بدقسمتی سے اس کلام پر غور کرنے کا وقت نہیں پاتے یا جن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی انہیں کلام اللہ سمجھنے کا موقع مل جائے اور اس کی اندرونی خوبیوں سے وہ واقف ہو جائیں‘۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل ابتدائی تیسرا صفحہ (بلا نمبر) شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کے لئے حضرت مصلحِ موعودؓ کی غیر معمولی محنت:

پانچ پاروں پر مشتمل تفسیرِ کبیر کی پہلی جلد دسمبر 1940ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ آپ نے اس کام میں اپنے استغراق اور محنت کا ذکر یوں فرمایا:

’اس کام کی وجہ سے دو ماہ سے انتہائی بوجھ مجھ پر اور ایک ماہ سے میرے ساتھ دوسرے کام کرنے والوں پر پڑا ہے۔ یہ بوجھ عام انسانی طاقت سے بڑھا ہوا ہے اور زیادہ دیر تک برداشت کرنا مشکل ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور تصرف نہ ہو‘۔

(خطباتِ محمود جلد نمبر 21 صفحہ نمبر 474 شائع کردہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن)

مجموعی طور پر تفسیرِ کبیر کے لکھنے کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عرصہ تک بے انتہا محنت کی اور بسا اوقات آپ صبح آٹھ بجے سے لے کر رات کے چار بجے تک اس کام میں منہمک رہتے۔ آپ کی اہلیہ حضرت سیّدہ امِ متین صاحبہ نے اس بارے میں یہ گواہی دی:

’جن دنوں میں تفسیرِ کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا

تھا، نہ سونے کا نہ کھانے کا۔ بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہوجائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہوگئی'۔

(الفضل 27 مارچ 1966ء بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد 8 از مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر 130 نیا ایڈیشن نظارتِ اشاعت ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ کا تفسیرِ کبیر کی اشاعت کے اخراجات مہیا فرمانا: آخری پارہ کی تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ جن کی اشاعت کے لئے آپ نے دس ہزار روپے مرحمت فرمائے۔ اس کا ذکر آپ نے ان میں پہلی جلد کے مختصر دیباچہ میں یوں فرمایا:

'پارہ عَمّ کی تفسیر کی طباعت کے لئے مَیں نے دس ہزار روپیہ دیا ہے اور یہ پارہ اس رقم سے شائع کیا جائے گا۔ یہ رقم اور اس کا منافع بطور صدقہ جاریہ میری مرحومہ بیوی مریم بیگم اُمِّ طاہر غَفَرَ اللّٰهُ لَہَا وَ اَحْسَنَ مَثْوَاھَا کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے وقف رہے گی'۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد ہشتم ٹائٹل کا اندرونی صفحہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کے مسودات کا فکر: آخری پارہ کی تیسری جلد ابھی شائع ہونی تھی کہ تقسیم ملک کا واقعہ ہوگیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کو تفسیرِ کبیر کے مسودات کا جو فکر تھا اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوجاتا ہے کہ 31 اگست 1947ء کو پاکستان پہنچنے کے چوتھے دن بعد ہی آپ نے امیرِ مقامی قادیان کو جو ہدایات بھجوائیں ان میں تفسیرِ کبیر کے بارے میں یہ ہدایت بھی تھی:

'جو کنوائے آئے گا اس کے ساتھ تفسیر کے تین بکس دفتر سے ضرور بھجوا دیں اور مولوی محمد یعقوب کو تاکہ دو چار دن میں تفسیر کی آخری جلد مکمل کر دوں تا کہ اس طرف سے دلجمعی ہوجائے۔ باقی کام ہوتا رہے گا کون شخص ہے جس نے سارے دنیا کے کام کئے ہوں'۔

(تاریخِ احمدیت جلد 8 از حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ نمبر 145 نیا ایڈیشن نظارتِ اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کی اشاعت کا مجموعی نقشہ: اوّل بار 22 سالوں کے دوران تفسیرِ کبیر کی 5907 صفحات پر مشتمل 11 جلدیں شائع ہوئیں جن میں قرآنِ کریم کے 13 پاروں پر پھیلی 59 سورتوں کی تفسیر بیان ہوئی۔

پہلی جلد دسمبر 1940ء میں تفسیرِ کبیر جلد سوم کے نام کے تحت شائع ہوئی اور آخری 1962ء میں۔ پہلی تین کے علاوہ تمام جلدیں پاکستان میں شائع ہوئیں اور پہلی جلد کے علاوہ تمام تفسیرِ کبیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعویٰ مصلح موعود کے بعد شائع ہوئی۔

شائع ہونے کی ترتیب یہ تھی: پہلے گیارھویں سے پندرھویں پارے، پھر آخری پارے کی دو جلدیں۔ پھر سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے 9 رکوع پر مشتمل حصہ۔ پھر آخری پارہ کی مزید دو جلدیں۔ پھر سولہویں سے بیسویں پارے تک کی چار جلدیں اور آخر میں سورۂ بقرہ کے دسویں رکوع سے آخر تک کا حصہ۔

تفسیرِ کبیر میں درج ذیل پارے شامل ہوئے:

پہلے دو پارے، تیسرے پارے کے ابتدائی 8 رکوع، ابتدائی 5 رکوع کے علاوہ گیارھویں سے 21 پارے کے ابتدائی 3 رکوع تک مسلسل اور آخری پارہ۔

اور درج ذیل سورتیں:

سورۂ فاتحہ (1)، سورۂ بقرہ (2)، سورۂ یونس (10) سے سورۂ عنکبوت (29) اور سورۃ النبا (78) سے سورۃ الناس (114) تک۔

بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہدایت پر نظارتِ اشاعت ربوہ نے تفسیرِ کبیر کی ان تمام جلدوں کو قرآنی ترتیب کے مطابق دس جلدوں میں شائع کیا اور اب مزید ایڈیشن اور تراجم اسی سے شائع ہورہے ہیں۔

تفسیرِ کبیر کے بنیادی اصول:

حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر میں یہ بنیادی اصول ملحوظ رکھے گئے ہیں کہ قرآن خود اپنی تفسیر کرتا ہے اس میں کوئی تضاد نہیں اور اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ ان اصولوں کے تابع قرآنِ کریم میں ایک جیسے مضمون کی آیات ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں اور مجموعی مضمون واضح ہو جاتا ہے۔ پھر مختلف آیات سے متعلق احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اس باب میں ضروری حوالے ہیں۔

اسی طرح اس تفسیر میں عربی الفاظ کے وہی معنی اختیار کئے گئے ہیں جن کی لغت اجازت دیتی ہے اور اس غرض سے عربی زبان کی مستند لغات تاج العروس، المنجد، کلیات ابوالبقاء، اقرب الموارد، لسان العرب اور قاموس کو استعمال کیا گیا ہے اور ہر آیت سے پہلے حل لغات کے تحت ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

تفسیرِ کبیر کے متنوع مضامین:

قرآنِ کریم کے جن مشکل مقامات اور مضامین کی وضاحت تفسیرِ کبیر میں ملتی ہے اس کی ایک طویل فہرست بن سکتی ہے جن کا ذکر آپ کے فاضل سوانح نگاروں نے اپنے مضامین اور کتب میں کیا ہے۔ ایسی دو تحریں درج ذیل ہیں:

منّ وسلویٰ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت اور گزرگاہ، اصحابِ کہف، عرشِ الٰہی، کلامِ الٰہی کے امتیاز اور شجرۂ طیبہ سے مماثلت، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ مدین اور دوسری پرانی اقوام کے متعلق تحقیق، ترتیبِ نزول وموجودہ ترتیب میں اختلاف کی حکمت، پیدائشِ عالم وتخلیقِ آدم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان مقام، مسئلہ ارتقاء، آئندہ زمانہ کے متعلق عظیم الشان پیش خبریاں، فلسفہ حلّت وحرمت، قرآنی تمثیلات واستعارات کی پُرحکمت تشریح، مقطعات، جنّ وانس کی حقیقت، شیطان اور سجدۂ آدم، ذوالقرنین کے متعلق تحقیق، قرآنی قسمیں وغیرہ۔

(سوانح فضلِ عمر جلد سوم از عبدالباسط شاہد صفحہ نمبر 156۔157 مطبوعہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

برصغیر کے مشہور نقاد اور ادیب اختر اورنیوی نے تفسیرِ کبیر کے دریائے مضامین میں سے چند کا یوں ذکر فرمایا ہے:

'قصصِ قرآن کی عارفانہ تعبیریں...... علم وحکمت، روحانیت وعرفان...... تاریخِ عالم، قوموں کے عروج وزوال، اسبابِ زوال، سامانِ عروج، نفسیاتِ اجتماعی، فرد وجماعت کے روابط اور بندے کے اللہ سے تعلق کی اعلیٰ تحقیق وتوضیح...... معجزات، پیشگوئیاں، انبیاء اور غیر انبیاء کے خوابوں، رموزِ استعاراتِ قرآنی ومقطعات کی حقیقت، حکمتی اور ایمان افروز تعبیریں۔۔ تعلیماتِ اسلامی کا فلسفہ...... دوسرے مذاہب کی تعلیموں اور معروف فلسفوں سے موازنہ ومقابلہ'

(مجلّۃ الجامعہ ربوہ شمارہ نمبر 9 صفحہ نمبر 65 بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد 8 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ نمبر 156 مطبوعہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر میں مذکور چند اعلیٰ نکات:

مندرجہ بالا فہرستِ مضامین مکمل نہیں اور درحقیقت تفسیرِ کبیر میں مندرج مضامین کا احاطہ دقّت طلب ہے۔ اور ان کا صحیح ادراک ان جلدوں کے مطالعہ سے ہی ممکن ہے۔ نمونتاً چند نکات درج ذیل ہیں:

1۔ انبیاء کے ذکر کی قرآنی ترتیب کی حکمت: سورۂ مریم کی آیات 3 تا 56 میں ابنیاء کا زمانہ مختلف ترتیب سے ذکر ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ اور اس پر عیسائیوں کے اعتراض کا کیا جواب ہے؟ یہ وہ لطیف مضمون ہے جو تفسیرِ کبیر جلد پنجم کے صفحات 262 تا 264 میں بیان ہوا ہے جس کے آخر میں حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ:

'انبیاء کی ترتیب کے بارے میں یہ وہ علم ہے جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ تیرہ سو سال میں جس قدر تفاسیر لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی تفسیر میں بھی یہ مضمون بیان نہیں کیا گیا اور کوئی نہیں بتاتا کہ نبیوں کا ذکر کرتے وقت یہ عجیب ترتیب کیوں اختیار کی گئی۔ صرف مجھ پر خدا تعالیٰ نے اس نکتہ کو کھولا جس سے اس ترتیب کی حکمت اور اہمیت بالکل واضح ہوجاتی ہے'۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد پنجم صفحہ 264 شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

2۔ سورۂ بقرہ کی کلیدِ تفسیر کی نشان دہی: 'میرے دل پر القاء ہوا کہ یہ آیت (نمبر 130) اس سورۃ کے مضامین کی کنجی ہے اور اس سورۃ کے مضامین اس آیت کے مضامین کے مطابق اور اسی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں ...... ان مضامین کو سامنے رکھ کر جب مَیں نے سورۂ بقرہ کو دیکھا تو اس کے مضامین کو لفظاً لفظاً ان مضامین کے مطابق پایا بلکہ مَیں نے دیکھا کہ وہ مضامین بیان بھی اسی ترتیب سے ہوئے ہیں جس ترتیب سے ان کا اس آیت میں ذکر ہے اور ہر حصہ میں اس آیت کے الفاظ کی طرف اشارہ بھی کردیا گیا ہے'۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل صفحہ 55 شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

3۔ حروفِ مقطعات کے بارے میں مفسرین کی آراء، مغربی مصنفین کے کئے گئے معنوں کے ذکر اور پھر اپنی رائے کا اظہار اور اس کے دلائل اور ان کا دیگر حروفِ مقطعات پر اطلاق، اس سارے مضمون کو دن کی طرح روشن کردیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحہ نمبر 61 تا 70 مطبوعہ نظارتِ اشاعت ربوہ۔)

4۔ دعا کے اصول: تفسیرِ کبیر میں سورۃ فاتحہ سے دعا کے متعلق اصول سات بیان ہوئے ہیں (تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحہ 4 تا 6) اور ان کے بارے میں حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

'سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھتے وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کوئی نئے مطالب اس سورۃ کے کھولے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سات اصولوں کا انکشاف ہوا جو دعا کے متعلق اس سورۃ میں بیان ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک'۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد اوّل صفحہ 6 شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

تفسیرِ کبیر کے خصوصی اور منفرد محاسن:

تفسیرِ کبیر کئی جہات سے ایک منفرد مقام کی حامل ہے اور اپنی خوبیوں کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور اس حیرت انگیز علم وعرفان کا مظہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کو عطا فرمایا اور خدائی القاء سے لکھے ہوئے ایسے مضامین سے پُر ہے جو پڑھنے والوں کو قرآنِ کریم کی عظمت کے زندہ احساس سے بے خود کردیتے ہیں اور زبان اس خدائے علیم کے ذکر سے تر ہوجاتی ہے جس نے انسان کو وہ سکھایا جو کچھ وہ نہ جانتا تھا۔ ان محاسن کا لطف ہر پڑھنے والا اپنے ذوق، علم اور معرفت کے مطابق اٹھاتا ہے اور اس لحاظ سے نہ ان کا کوئی شمار ہے اور نہ ان کی کوئی ترتیب سب کے حسبِ حال ہوسکتی ہے۔ بطور مثال ایسے چند محاسن درج ذیل ہیں:

(۱) ضعیف روایات سے پاک: اگر کوئی دردمند قاری دیگر اسلامی تفاسیر میں شامل بائبل کی تاریخ اور دیگر ضعیف روایات کو پڑھنے کے بعد قرآنِ کریم کو تاریخ سے متصادم پاتا ہے تو اس کے لئے تفسیرِ کبیر کا یہ حسن اولیٰ ہے کہ اس میں ایسی روایات اور موسوی تاریخ کا علمِ آثارِ قدیمہ کے حوالے اور مستند تاریخ کی کسوٹی اور عقل وخرد کے پیمانے سے غلط ہونا ثابت کر کے ان آیات کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جو قرآن کا حقیقی منشاء ہے اور جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

(۲) ترتیب قرآن کا بیان: اگر کوئی قاری مغربی مصنفین Carlyl، Thomas، Rodwell وغیرہ کے ترتیبِ قرآن پر کئے گئے اعتراضات کا کوئی رد نہ پا کر دکھی رہتا ہے تو اس کے لئے تفسیرِ کبیر کی یہ خصوصیت مرہم کا کام دیتی ہے کہ اس میں اس بات کا صرف دعویٰ ہی نہیں کیا گیا کہ قرآنِ کریم میں ایک ترتیب پائی جاتی ہے بلکہ آیتوں اور سورتوں کا ایک واضح ترتیب سے باہم مربوط ہونا بیان بھی ہوا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب الہامی ہے اور اس میں گہری حکمت اور ربط ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اس امر کو اپنا اصول ٹھہرا کر فرمایا ہے کہ:

'میرا ترجمہ اور میری تفسیر ہمیشہ ترتیبِ آیات اور ترتیبِ سُوَر کے ماتحت ہوتی ہے'۔

(تقریر فرمودہ 28 دسمبر 1945ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ نمبر 293 فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

بلکہ آپ نے اس ترتیب کو آیات کے حل کی کلید قرار دیا اور فرمایا:

'حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآنِ کریم کی ترتیب کو مدِنظر رکھا جائے اور اس پر غور اور تدبر کرنے کی عادت ڈالی جائے تو اس کی بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو جاتی ہیں'۔

(تفسیرِ کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد پنجم صفحہ نمبر 322۔323 شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

(3) سائنسی ایجادات کے مطالبِ قرآنی کے تابع ہونے کا بیان: اگر قاری جدید سائنسی ایجادات اور قرآن کی مروجہ تفاسیر کو باہم متصادم پا کر فکرمند رہا ہے تو وہ دیکھ کر

باقی صفحہ 13 پر ملاحظہ فرمائیں

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

ناموس رسالت اور حضرت مصلح موعودؓ

’’کیا اس سے زیادہ اسلام کے لیے کوئی اور مصیبت کا دن آسکتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ ہماری بیکسی کوئی اور صورت اختیار کرسکتی ہے؟ کیا ہمارے ہمسایوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی واہلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرّہ ذرّہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہوسکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلّت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پرواہ نہیں جس قدر کہ ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ہوتی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لیے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدا را نبیوں کے سردار کی ہتک کرکے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم بھی صلح نہیں کرسکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاددلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہوسکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز صلح نہیں ہوسکتی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بیشک وہ قانون کی پناہ میں جو کچھ چاہیں کرلیں اور پنجاب ہائیکورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے لیں۔ لیکن وہ یادرکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے۔ وہ اپنی طاقت کی بنا پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں لیکن قانون قدرت کی زد سے نہیں بچ سکتے اور قانون قدرت کا یہ اٹل اصل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اس کو بُرا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 597)

عشقِ رسول میں ڈوبی ہوئی یہ دردناک صدا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دل سے اس وقت بلند ہوئی جب 1927ء میں بعض بدزبان اور دریدہ دہن مخالفین نے ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر انتہائی غلیظ حملے کیے۔ ان میں سے ایک شخص راجپال نامی تھا جس نے ایک کتاب لکھ کر مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا جس میں بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نہایت درجہ دلخراش اور اشتعال انگیز باتیں لکھیں۔ جبکہ دوسری جانب امرتسر کے ہندو رسالہ "ورتمان" میں ایک آریہ دیوی شرن شرما نے افسانوی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دل دکھا دینے والا ایک مضمون تحریر کیا۔ یہ بے حد دلآزاد مضمون مئی 1927ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔

اس پر خدا کا یہ شیر ایک الگ ہی شان کے ساتھ میدان میں آیا۔ اور اس الہام الٰہی کے ایک ایک لفظ کی صداقت ثابت ہوتی چلی گئی جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

’تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے‘۔ اور یہ کہ ’خدا کی رحمت وغیّوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے‘۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے یہ اشتعال انگیز مضمون دیکھتے ہی ایک پوسٹر شائع فرمایا جس کا عنوان تھا۔ ’’رسول کریم کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے‘‘۔ مذکورہ بالا الفاظ اسی پوسٹر کا ایک حصہ ہیں۔ یہ پوسٹر شائع ہوا اور ایک ہی تاریخ کو راتوں رات ہندوستان بھر میں چسپاں کردیا گیا جس نے سارے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگا۔ نتیجۃً حکومت پر اس کا اثر ہوا اور مخالفین اسلام کی اس گندی سرگرمی کا نوٹس لیا گیا اور ذمہ دار افراد پر مقدمہ قائم ہوگیا۔

راجپال پر اس کی کتاب کے حوالہ سے جو مقدمہ قائم ہوا تھا اس پر اس کو سزا ہوئی۔ لیکن اس نے پنجاب ہائیکورٹ میں اپیل کی۔ ہائی کورٹ کے جج جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے قانون کی موجودہ صورت سے اس مقدمہ اور راجپال کی سزا کو باہر قرار دیتے ہوئے راجپال کو بری کردیا۔

اس پر جب اخبار آؤٹ لُک لاہور نے احتجاج کیا تو انہیں توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا گیا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر سید دلاور شاہ صاحب بخاری حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں راہنمائی کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ صوبہ کی عدالت کا احترام کریں۔ لیکن جو دیانتداری سے مضمون لکھا ہے اس پر مضبوطی سے اب قائم بھی رہیں۔ یہ غیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ عنایت فرمایا کہ اپنے جواب میں یہ بھی لکھوادیں کہ ہائی کورٹ کے نزدیک جسٹس کنور دلیپ سنگھ کی عزت کی حفاظت کے لیے تو قانون میں دفعہ موجود ہے، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لیے کوئی قانون یا قانون میں کوئی دفعہ موجود نہیں تو مَیں بخوشی جیل جانے کے لئے تیار ہوں۔ مقدمہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے لڑا۔ حضرت چوہدری صاحب کے لاجواب قانونی اور منطقی دلائل ایک طرف؛ لیکن مولوی نورالحق صاحب نے کھڑے ہوکر کہہ دیا کہ میں تمام الزامات قبول کرتا ہوں۔ اس پر فیصلہ ان کے خلاف ہوگیا۔

اس مقدمہ کے فیصلہ نے مسلمانوں میں شدید پریشانی کی لہر پیدا کردی۔ مختلف تجاویز پیش کی جانے لگیں جن میں کثرت سے توہین عدالت اور سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کی تجاویز بھی تھیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فتنہ اور فساد کی ہر راہ کو مسترد کرتے ہوئے ان حالات میں ناموس رسالت کے لیے ایک مؤثر سلسلہ تحریکات چلانے کا پروگرام بنالیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی راہنمائی اور قیادت میں اس سلسلہ کا آغاز 22 جولائی 1927ء کے جلسوں سے ہوا جن میں مسلمانانِ ہند نے بہت اچھے انداز میں شمولیت کی اور پورا ہندوستان ان جلسوں کی گونج سننے لگا۔ نیز آپ نے یہ تجویز بھی دی کہ حکومت کو پیش کرنے کے لیے ایک محضر نامہ تیار کرکے ان جلسوں میں مسلمانوں کے دستخط لے کر حکومت کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ یہ محضر نامہ پانچ لاکھ مسلمانوں کے دستخطوں سے مزیّن کیا گیا۔

رسالہ ورتمان میں شائع ہونے والے مضمون کے حوالہ سے قائم ہونے والا مقدمہ چیف جسٹس نے ایک جج کے سپرد کردیا۔ لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حکومت کو بذریعہ تار توجہ دلائی کہ یہ مقدمہ ایک سے زیادہ ججوں کے سامنے پیش ہونا چاہیے تا دفعہ 153 الف سے متعلق جسٹس کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کی تحقیق ہوجائے۔ یہ مطالبہ حکومت نے منظور کرلیا اور مقدمہ ورتمان ڈویژن بنچ کے سپرد ہوگیا۔ جس نے 16 اگست 1927ء کو فیصلہ سنایا کہ مذہبی پیشواؤں کے خلاف بدزبانی 153 الف کی زد میں آتی ہے اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اور بنابریں ڈویژن بنچ نے ورتمان کے مضمون نگار کو ایک سال قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ اور ایڈیٹر کو چھ ماہ قید سخت اور اڑھائی سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے جذبات

اس فیصلہ پر مسلمان خوش ہو گئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو بہت سے لوگوں نے مبارکباد کے تار بھی دیے۔ مگر اس مرد باکمال کی بلند پروازی کی شان ہی الگ تھی۔ اپنے آقا کی محبت میں سرشار دیوانہ وار ناموس رسالت کے قیام پر کمربستہ اور انتھک مقبول محنت کرنے والا یہ وجود تو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کو دُنیا میں قائم کرنے اور آپؐ کے مقام محمود کو دکھانے کے لیے الگ ہی طور سے بیتاب تھا۔ آپ نے مبارکبادوں کے پیغامات کے جواب میں فرمایا:

’میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا، اپنے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال کے جیل خانہ کو نہیں قرار دیتا۔ میں ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا قتل ہے ایک آدمی کی جان کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔ میں ایک قوم کی تباہی کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔ میں دنیا کی موت کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔ بلکہ میں اگلے پچھلے سب کفار کے قتل کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔ کیونکہ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دی جائے ...... کیونکہ کیا یہ سچ نہیں کہ میرا آقا دنیا کو جلا دینے کے لیے آیا تھا نہ کہ مارنے کے لیے۔ وہ لوگوں کو زندگی بخشنے کے لیے آیا تھا نہ کہ ان کی جان نکالنے کے لیے۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا کے احیاء میں ہے۔ نہ اس کی موت میں۔ پس میں اپنے نفس میں شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص جو ایک قسم کی موت کا شکار ہوئے ہیں اور بدبختی کی مہر انہوں نے اپنے ماتھوں پر لگائی ہے اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے؟ کیوں اس کے زندگی بخش جام کو پا کر ابدی زندگی نہ پاتے؟ اور اس صداقت کا ان تک نہ پہنچنا مسلمانوں کا قصور نہیں تو اور کس کا ہے؟ پس میں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغ میں سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے، نہ دل کا اور میرے لیے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک کہ تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکل کر اس کی جگہ آپؐ کی محبت قائم نہ ہوجائے‘۔

(الفضل 19 اگست 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 607-606)

ناموس پیشوایان مذاہب کے تحفظ کے لیے نیا قانون

شیطانی طاقتوں کے اس طرح فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکانے کے واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں حکومتی سطح پر کنٹرول کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورنمنٹ انگریزی کو متعدد بار یہ توجہ دلائی تھی کہ ایک ایسا قانون ہونا چاہیے جو اس طرح فتنہ وفساد کرنے کی کوششوں کا بھی سدّ باب کرنے والا ہو۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

’1897ء میں بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ مذہبی فتن کو دور کرنے کے لیے اسے ایک زیادہ مکمل قانون بنانا چاہیے لیکن افسوس کہ لارڈ الجن نے جو اس وقت وائسرائے تھے اس تجویز کی طرف مناسب توجہ نہ کی۔ اس کے بعد سب سے اوّل 1914ء میں مَیں نے سر اڈوائر کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ کا قانون مذہبی فتن کے دور کرنے کے لیے کافی نہیں اور جب تک اس کو مکمل نہ کیا جائے ملک میں امن قائم نہ ہوگا۔ انہوں نے مجھے اس بارہ میں مشورہ کرنے کے لیے بلایا لیکن جس تاریخ کو ملاقات کا وقت تھا اس سے دو دن پہلے استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ فوت ہو گئے۔ اور دوسرے دن مجھے امام جماعت منتخب کیا گیا۔ چنانچہ وہ جماعت کے لیے ایک سخت فتنہ کا وقت تھا۔ میں سر اڈوائر سے مل نہ سکا اور بات یونہی رہ گئی۔ اس کے بعد 1923ء میں مَیں میکلیگن سابق گورنر پنجاب سے ملا اور انہیں اس قانون کے نقصوں کی طرف توجہ دلائی مگر باوجود اس کے کہ میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلائیں انہوں نے یہ معذرت کردی کہ اس امر کا تعلق گورنمنٹ آف انڈیا سے ہے اس لیے ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ اس کے بعد میں نے پچھلے سال ہزایکسیلینسی گورنر جنرل کو ایک طویل خط میں ہندوستان میں قیام امن کے متعلق تجاویز بتاتے ہوئے اس قانون کی طرف بھی توجہ دلائی لیکن افسوس کہ انہوں نے محض شکریہ تک ہی جواب کو محدود رکھا اور باوجود وعدہ کے کہ وہ ان تجاویز پر غور کریں گے غور نہیں کیا۔ میرے اس خط کا انگریزی ترجمہ چھ ہزار کے قریب شائع کیا گیا اور تمام حکام اعلیٰ سیاسی لیڈروں، اخباروں، پارلیمنٹ کے ممبروں اور دوسرے سربرآوردہ لوگوں کو جاچکا ہے اور کلکتہ کے مشہور اخبار "بنگالی" نے جو ایک متعصب اخبار ہے لکھا ہے کہ اس میں پیش کردہ بعض تجاویز پر ہندو مسلم سمجھوتے کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ سر مائیکل اڈوائر اور ٹائمز آف لنڈن کے مسٹر براؤن نے ان تجاویز کو نہایت ہی ضروری تجاویز قرار دیا اور بہت سے ممبران پارلیمنٹ اور دوسرے سربرآوردوں نے ان کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ لیکن افسوس کہ ان حکام نے جن کے ساتھ ان تجاویز کا تعلق تھا ان کی طرف پوری توجہ نہ کی جس کا نتیجہ وہ ہوا جو نظر آرہا ہے؛ ملک کا امن برباد ہوگیا اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی۔

یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد حضور نے حکومت اور مسلمانوں کو مروجہ قانون کی چار واضح خامیوں کی طرف توجہ دلائی۔

1۔ موجودہ قانون صرف اس شخص کو مجرم گردانتا ہے جو فسادات کی نیت سے کوئی مضمون لکھے۔ براہ راست توہین انبیاء کو جرم نہیں قرار دیتا۔

2۔ اس قانون کے تحت صرف حکومت ہی مقدمہ چلاسکتی ہے۔

3۔ اس قانون میں یہ اصلاح کرنا ضروری ہے کہ جوابی کتاب لکھنے والے پر اس وقت تک قانونی کارروائی نہ کی جائے جب تک کہ اصل مؤلّف پر مقدمہ نہ چلایا جائے بشرطیکہ اس نے گندہ دہنی سے کام لیا ہو۔

4۔ یہ قانون صوبائی ہے لہٰذا اصل قانون یہ ہونا چاہیے کہ جب ایک گندی کتاب کو ایک صوبائی حکومت ضبط کرلے تو باقی صوبائی حکومتیں بھی قانوناً پابند ہوں کہ وہ اپنے صوبوں میں اس کتاب کی طباعت یا اشاعت بند کردیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس قانون پر عمل درآمد گورنمنٹ آف انڈیا کے اختیار میں ہو جو کسی صوبہ کی حکومت کے توجہ دلانے پر ایک عام حکم جاری کردے جس کا سب صوبوں پر اثر ہو۔

(الفضل 19 اگست 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 610-611)

ہندوستان سے یہ آواز بلند کرنے کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لندن کے مبلغ مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے۔ کے ذریعہ انگلستان میں بھی کوشش کر کے وہاں کے پریس میں بھی موجودہ قانون کے ناقص اور نامکمل ہونے کے حوالہ سے آواز بلند کی۔ پارلیمنٹ میں بھی بعض ممبروں نے یہ معاملہ رکھا۔

اسی مقصد کی خاطر 13 اگست 1927ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ شملہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے نہ صرف حکومت کو ملکی اور جدید قانون کی ضرورت کا قائل کرنے کی کوشش کی بلکہ اسمبلی کے مسلمان ممبروں سے تبادلہ خیالات کے علاوہ ہندو لیڈروں سے بھی اپنے مجوزہ مسودہ قانون پر گفتگو فرمائی۔ چنانچہ مسلمانوں کے مشہور لیڈر جناب محمد علی جناح (قائداعظم)، مولوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریذیڈنٹ اسمبلی، سر عبدالقیوم صاحب، خان محمد نواز خان صاحب، مولوی محمد شفیع صاحب داودی اور مولوی محمد عرفان صاحب گاہے گاہے آپ کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور انہوں نے اس کے تمام پہلوؤں پر گھنٹوں بیٹھ کر تبادلہ خیالات کیا اور آپ کے مسودہ کی نہ صرف تائید کی بلکہ تعریف بھی۔ یہ مسودہ شائع ہوا تو ہندوستان ٹائمز نے اسے نہایت اہم اور ضروری قرار دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اس شبانہ روز جدوجہد کا اثر یہ ہوا کہ قیام شملہ کے صرف نو دن بعد حکومت ہند نیا قانون اسمبلی میں پیش کرنے پر رضامند ہوگئی۔ چنانچہ 22 اگست 1927ء کو شملہ سے یہ سرکاری اعلان ہوا کہ مذاہب کی توہین یا دوسروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے شرانگیز مضامین کی افسوسناک اشاعت کے پیش نظر حکومت ہند نے موجودہ قانون کی دفعات کو محض اس لیے بنظر امعان ملاحظہ کیا کہ ان میں سے کسی کو قوی بنانے کی ضرورت ہے یا نہیں لیکن قانون پر غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کی تحریرات تعزیرات ہند کے باب پانزدہم کی گرفت میں نہیں آتی ہیں۔ کیونکہ یہ باب محض ان جرائم پر حاوی ہے جو مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی تمام تحریرات دفعہ 153۔ الف تعزیرات ہند کے رو سے قابل مواخذہ ہیں کیونکہ ایسا تو بہت شاذ و نادر ہوتا ہے کہ اس سے دو مختلف جماعتوں کے درمیان نفرت و حقارت کے جذبات کو ترقی دینے کی کوشش کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ لیکن یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ طریقہ ایسے افعال کو قابل مواخذہ قرار دینے کے لیے ایک ٹیڑھا سا طریقہ ہے جنہیں خود ہی موردِ تعزیر ہونا چاہیے عام اس سے کہ ان افعال سے مختلف جماعتوں کے درمیان منافرت و مغایرت کے جذبات کو ترقی ہوتی ہے یا نہیں۔ لہٰذا حکومت ہند نے فیصلہ کرلیا ہے کہ لیجسلیٹو اسمبلی میں فوراً ایک مسودہ قانون پیش کردیا جائے تا کہ تعزیرات ہند کے باب پانزدہم میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ ہوجائے جس کے رو سے کسی مذہب کی عمداً توہین یا توہین کی کوشش یا ملک معظم کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے یا مجروح کرنے کی کوشش کو بذات خود ایک جرم قرار دیا جاسکے۔ اس دفعہ کو کتاب الآئین پر لانے کے لیے ضابطہ فوجداری میں بھی بعض ترمیمات کی جائیں گی جو اس اجلاس میں پیش ہوں گی۔

(الفضل 30 اگست 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 612-613)

چنانچہ اسمبلی نے اس معاملے کے پیش ہونے پر ایک نئی دفعہ کا اضافہ منظور کرلیا اور پیشوایان مذہب کی عزت کے تحفظ کا قانون پہلے سے بھی زیادہ معین صورت اختیار کرگیا۔ آج جبکہ علم اور سائنس کا دَور ہے اور دُنیا بھر کے پڑھے لکھے اور دانا اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ پیشوایان مذاہب نے اپنے اپنے دور میں انسانیت کے لئے بہت عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور ان خدمات کے اثرات ختم نہیں ہوگئے بلکہ آج بھی دُنیا ان ثمرات سے مستفید ہو رہی ہے۔ آج کی مہذب دُنیا پر بہت بڑھ کر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان محسنانِ اقوام عالم کی عزت اور ناموس کو پہچانیں اور اس کے لیے سنجیدہ ہوجائیں اور عالمی سطح پر پیشوایان مذاہب کی خدمات کے اعتراف میں کم از کم ان کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لیے قانون منظور ہو تا کہ مذہب کی تبلیغ یا آزادی اظہار کے نام پر پاکوں کے اس گروہ پر کوئی شیطانی وار نہ کرسکے۔ اس طرح نہ صرف تہذیب اور تمدن کے دائرہ میں رہتے ہوئے اظہارِ حق اور آزادیٔ رائے میں بھی آسانی ہوگی بلکہ مذہبی منافرت اور مذہب کے نام پر اشتعال انگیزی پر بھی بہت حد تک جائز اور ناقابل اعتراض کنٹرول ہوسکے گا۔ امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تو ایک صدی سے زیادہ عرصہ پہلے اس طرف بنیادی راہنمائی فرمادی ہے۔ اگر اس کی طرف توجہ کی جاتی تو بہت سے فتنوں اور فسادوں سے بچا جاسکتا تھا۔ لیکن ابھی بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ امن عالم کے لیے سنجیدہ طبقات کو مذہبی منافرت کے قلع قمع کے لیے حضرت بانی سلسلہ کے روشن کردہ اس چراغ سے جلد از جلد دُنیا کو منور کرنا چاہیے۔ انہی وجودوں نے انسان کو حیوان سے ممتاز کیا اور انہی کی وجہ سے انسانیت کا قیام ہوا۔

ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے
جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجراء

تحفظ ناموس رسالت کی خاطر شروع کیے گئے سلسلہ تحریکات کے ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ملت کی راہنمائی کرتے ہوئے جو جو ولولہ انگیز اقدام 1927ء میں اٹھائے تھے ان کا تسلسل نہ صرف 1927ء میں جاری و ساری رہا بلکہ 1928ء اور 1929ء میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر جلسوں کی صورت میں نقطہ عروج تک پہنچتا ہوا دکھائی دیا۔ ہندوؤں کی طرف سے اس جائز مطالبہ اور اچھے قانون کے سامنے آنے پر بھی احساس شرم جاگنا تو درکنار ظلم میں مزید بڑھنے کے مناظر کثرت سے سامنے آنے لگے اور ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی نہایت خطرناک شکل اختیار کرگئی۔ اس صورتِ حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس و حرمت کی حفاظت کے لیے حضرت مصلح موعودؓ نے نئے ولولے سے اور نئی حکمت عملی سے کام شروع کردیا۔ نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ انٹرنیشنل سطح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے حالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر احسانات کے تذکروں کے لیے "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے جلسوں کی تجویز فرمائی۔ اس وسیع پروگرام کا لائحہ عمل بھی آپ نے خود تجویز فرمایا۔ آپ نے اصولی راہنمائی دیتے ہوئے فرمایا:

''لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی جرات اسی لیے ہوتی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں۔ اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی سے آگاہ ہوجائے۔ اور کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرات نہ رہے جب کوئی حملہ کرتا ہے تو یہی سمجھ کر کہ دفاع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ واقف کے سامنے اس لیے کوئی حملہ نہیں کرتا کہ وہ دفاع کردے گا۔ پس سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے لیے بہترین طریق یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم شعبوں کو لے لیا جائے۔ اور ہر سال خاص انتظام کے ماتحت سارے ہندوستان میں ایک ہی دن ان پر روشنی ڈالی جائے تا کہ سارے ملک میں شور مچ جائے اور غافل لوگ بیدار ہوجائیں''۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 29-30)

آپ فرماتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اسی طرح حملے کیے جاتے ہیں ایسے حملوں کے دفاع کا بہترین طریق یہ نہیں ہے کہ ان کا جواب دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کو توجہ دلائیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات خود پڑھیں اور ان سے صحیح طور پر واقفیت حاصل کریں۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور ہی نور ہے اور اس ذات پر اعتراض کرنے والا خود اندھا ہے''۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 362)

اس وسیع پروگرام کے لائحہ عمل میں آپ نے:

1۔ 1928ء کے جلسوں کے لیے درج ذیل تین عناوین تجویز فرمائے۔

i۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوع انسان کے لیے قربانیاں

ii ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی۔

iii۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا پر احسانات۔

2۔ ایک ہزار مقامات پر جلسہ کرنے کے لیے ایک ہزار فدائی مقررین کا مطالبہ جو ایک ہزار مضامین تیار کرسکیں۔

3۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات چونکہ عالمی ہیں اس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کچھ کہنا چاہیں تو ضرور موقع دیا جائے۔

4۔ جو مضامین آئیں ان میں اول دوم سوم پوزیشنز پر آنے والوں کو انعامات دیئے جائیں۔

ان جلسوں کے لیے 17 جون کی تاریخ مقرر ہوئی۔ اس روز ہندوستان کے طول و عرض میں 1419 مقامات پر جلسے ہوئے۔ (لیکچراروں کی رہنمائی کے لیے 72 صفحات پر مشتمل الفضل کا خاتم النبیین نمبر 7000 کی تعداد میں شائع ہوا) ایک ہی سٹیج پر ہر فرقہ کے مسلمانوں نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے دلی جذبات عقیدت کا اظہار کیا۔ قادیان کے ممتاز احمدی علماء اور سکالرز مختلف مقامات پر تقاریر کرنے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بذات خود قادیان کے عظیم الشان جلسہ میں شمولیت فرما کر اڑھائی گھنٹے تک "دنیا کا محسن" کے عنوان پر ایک تقریر دل پذیر فرمائی۔ جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمانوں کے علاوہ سینکڑوں معزز مشہور غیر مسلم لیڈروں نے تقریریں کیں اور دنیا کے سب سے بڑے محسن، سب سے بڑے پاکباز اور سب سے بڑے ہمدرد کے متعلق اپنی عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا۔ یہ ایک ایسا روح پرور نظارہ تھا جو اس سے قبل دیکھنے کو نہ ملا تھا۔ ان جلسوں کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پبلک پر یہ بات کھل گئی کہ ہندوؤں کا ایک بڑا طبقہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ناپاک لٹریچر کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا بہت بڑا مصلح تسلیم کرتا ہے۔

ہندوستان کے علاوہ سماٹرا، آسٹریلیا، سیلون، ماریشس، عراق، ایران، عرب، دمشق (شام)، حیفا (فلسطین)، گولڈ کوسٹ (غانا)، نائیجیریا، جنجہ، ممباسہ (مشرقی افریقہ) اور لندن میں بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے ہوئے۔ اس طرح خدا کے فضل سے عالمگیر پلیٹ فارم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں محبت وعقیدت کے ترانے گائے گئے۔

جلسوں کی کامیابی پر تبصرے

اخبار مشرق گورکھپور نے اپنی 21 جون 1928ء کی اشاعت میں لکھا۔

ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس لیے کہ اس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دو جہاں سردار کون و مکان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں مسلمانوں کے ہر فرقہ نے کیا اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی کہ اول درجے پر ہمارا شہر رہے...... بہرحال 17 جون کو جلسے کی کامیابی پر ہم امام جماعت احمدیہ جناب مرزا محمود احمد کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اگر شیعہ و سنی اور احمدی اسی طرح سال بھر میں دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہوجایا کریں گے تو پھر کوئی قوت اسلام کا مقابلہ اس ملک میں نہیں کرسکتی۔

(بحوالہ الفضل 29 جون 1928ء)

اخبار مخبر اودھ نے انسان اعظم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر شاندار لیکچر اور ہندوستان کے جلسے کے دوہرے عنوان سے ایک مفصل مضمون شائع کیا۔ جس میں لکھا۔

دور حاضرہ کے مسلمانوں میں جماعت احمدیہ ایک پُرجوش جماعت ہے جس کے زبردست لیکچروں کی آواز یورپ سے امریکہ تک گونج رہی ہے اور یہ ہر موقع پر معترضین اسلام کی تسلی کرنے کو آمادہ رہی ہے۔ اس طبقہ نے بحث و مباحثہ کے ضمن میں بہترین خدمات انجام دیے ہیں اور علم کلام میں جو عظیم الشان تبدیلیاں پیدا کی ہیں ان سے کسی انصاف پسند کو انکار نہیں۔ کچھ دنوں سے غیر اقوام کے

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
15 London Rd, Morden SM4 5HT
0044 20 3609 4712

مقررین اور جرائد و رسائل نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے جلسوں میں ایسے حالات بیان کرتے ہیں جس کا مستند تواریخ میں پتہ نہیں اور اپنے اخبارات میں ان غلط روایات پر الٹی سیدھی رائے زنی کرتے ہیں جن سے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا لٹریچر نا آشنا ہے۔ جماعت احمدیہ نے اس بات کا بیڑہ اٹھایا کہ 17 جون کو ہندوستان کے ہر حصہ میں مسلمانوں کے عام جلسے کیے جائیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر شاندار لیکچروں کا سلسلہ شروع ہوا اور اس میں نہ صرف ہر فرقہ اسلامیہ کے ممتاز افراد شریک ہوں بلکہ غیر مذاہب کے اشخاص کو بھی دعوت دی جائے۔ (الفضل 3 جولائی 1928ء)

اخبار کشمیری لاہور نے اپنی 28 جون 1928ء کی اشاعت میں 17 جون کی شام کے عنوان سے یہ تبصرہ شائع کیا۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد جماعت احمدیہ قادیان کی یہ تجویز کہ 17 جون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت پر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں لیکچر اور وعظ کیے جائیں باوجود اختلافات عقائد کے نہ صرف مسلمانوں میں مقبول ہوئی بلکہ بے تعصب، امن پسند، صلح جُو غیر مسلم اصحاب نے 17 جون کے جلسوں میں عملی طور پر حصہ لے کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ 17 جون کی شام کیسی مبارک شام تھی کہ ہندوستان کے ایک ہزار سے زیادہ مقامات پر بیک وقت و بیک ساعت ہمارے برگزیدہ رسول کی حیات اقدس، ان کی عظمت، ان کے احسانات و اخلاق اور ان کی سبق آموز تعلیم پر ہندو، مسلمان اور سکھ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ اگر اس قسم کے لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری رکھا جائے تو مذہبی تنازعات وفسادات کا فوراً انسداد ہوجائے۔

17 جون کی شام صاحبان بصیرت و بصارت کے لیے اتحاد بین الاقوام کا بنیادی پتھر تھی۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے پیارے نبی کے اخلاق بیان کرکے ان کو ایک عظیم الشان ہستی اور کامل انسان ثابت کر رہے تھے۔ بلکہ بعض ہندو لیکچرار تو بعض منہ پھٹ معترضین کے اعتراضات کا جواب بھی بدلائل قاطعہ دے رہے تھے۔

(بحوالہ الفضل 10 جولائی 1928ء)

اردو اخبار ناگپور نے 5 جولائی 1927ء کو جماعت احمدیہ کی قابل قدر خدمات" کی سرخی دے کر مندرجہ ذیل نوٹ لکھا۔

جماعت احمدیہ ایک عرصہ سے جس سرگرمی سے اسلامی خدمات بجا لا رہی ہے وہ اپنے زرّیں کارناموں کی بدولت محتاج بیان نہیں ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک میں جس عمدگی کے ساتھ اس نے تبلیغی خدمات انجام دیں اور دے رہی ہے سچ یہ ہے کہ یہ اسی کا کام ہے۔ پچھلے دنوں جبکہ یکایک شدھی کا ایک طوفان عظیم امنڈ آیا تھا اور جس نے ایک دو آدمیوں کو نہیں بلکہ گاؤں کے گاؤں مسلمانوں کو متاثر بنا کر مرتد کرلیا تھا۔ یہی ایک جماعت تھی جس نے سب سے پہلے سینہ سپر ہوکر اس کا مقابلہ کیا اور وہ کچھ خدمات انجام دیں اور کامیابی حاصل کی کہ دشمنان اسلام انگشت بدندان رہ گئے۔ اور ان کے بڑھے ہوئے حوصلے پست ہوگئے۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ جس ایثار و انہماک سے یہ مختصر سی جماعت اسلام کی خدمت انجام دے رہی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے اور بلاشبہ اس کے یہ تمام کارنامے تاریخی صفحات پر آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ پچھلے دنوں اس کی یہ تحریک کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر 17 جون کو ہندوستان کے ہر مقام پر عام مجمع میں جس میں مسلم و غیر مسلم دونوں شامل ہوں تقریریں کی جائیں اور جس کے لیے اس نے صرف تحریک ہی پیش نہیں کی بلکہ صدہا روپے بھی خرچ کرکے مقررین کے لیے ہزارہا کی تعداد میں لیکچرز طبع کرا کر مفت تقسیم کیے۔ اور جس کا اثر یہ ہوا کہ 17 جون کو مسلم اور غیر مسلم دونوں جماعتوں نے شاندار جلسے کرکے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بکمال حسن وخوبی سے اظہار خیالات کیے ہمارا تو خیال ہے کہ اگر اس تحریک پر آئندہ بھی برابر عمل کیا گیا تو یقیناً وہ ناپاک حملے جو آج برابر غیر مسلم اقوام ذات فخر موجودات پر کرتی رہتی ہیں ہمیشہ کے لیے مٹ جائیں گے اور وہ ناگوار واقعات جو آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اس مبارک تحریک کی بدولت نیست و نابود ہوجائیں گے۔ (بحوالہ الفضل 17 جولائی 1928ء)

اور بھی سنجیدہ حلقوں نے اپنے اپنے اختلافات بھلا عشقِ رسول کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ان بے نظیر اقدامات کی دل کھول کر تعریف کی۔ جن اقدامات کی وجہ دنیا بھر میں عموماً اور ہندوستان بھر میں خاص طور پر تمام مذاہب کے لوگ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں یک زبان اور رطب اللسان ہوگئے تھے اور ہمارے آقا کی عظمت کردار کے حوالہ سے عام آدمی کے علم صحیح میں اضافہ ہوا تھا۔

یہ مبارک سلسلہ 1929ء میں بھی جاری رہا۔ 1930ء میں اندرون و بیرون ملک پُرشوکت جلسے منعقد ہوئے اور 26 اکتوبر 1930ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قادیان میں عرفان الٰہی اور محبت باللہ کے عالی مرتبہ پر پُرمعارف تقریر فرمائی جس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ اور 8 نومبر 1931ء کو بریڈلا ہال میں حضور رضی اللہ عنہ نے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ کی نہایت ہی لطیف تفسیر کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ ایسی خصوصیات بیان فرمائیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منفرد و یکتا تھے۔ ان ہر دو سالوں میں الفضل خاتم النبیین نمبر بھی شائع ہوئے۔ اب تو جلسہ ہائے سیرۃ النبی کا یہ مبارک سلسلہ الحمدللہ ساری دنیا میں پھیل چکا ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی سطح پر جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوتے ہیں۔

یومِ پیشوایان مذاہب

1939ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دیرینہ خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیاب انعقاد اور ان کے جاری ہوجانے کے بعد سال میں ایک دن کو پیشوایان مذاہب کے طور پر منانے کا اعلان فرمایا۔ جس میں مختلف مذاہب کے نمائندے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوکر اپنے اپنے مذہب کے بانی کی پاکیزہ سیرت وسوانح بیان کریں۔ اس سلسلہ میں پہلا جلسہ 3 دسمبر 1939ء کو منعقد ہوا جس میں غیر مسلم معززین نے شمولیت کرکے اپنے بزرگ رہنماؤں کی سیرت بیان کی۔ اس جلسہ میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایمان افروز بیان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ کی طرف سے کیا۔ یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے اور آج ساری دنیا میں جماعت احمدیہ کے پلیٹ فارم سے پیشوایان مذاہب کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ اللہ اقوام عالم کو پیشوایان مذاہب کے مقام کو سمجھنے اور ان کی ناموس کی پاسداری کی توفیق دے۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کی عزت وناموس سے ہی انسانیت کی عزت اور ناموس ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 وجلد 5)

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر کا تعارف اور اس کے محاسن۔ از صفحہ نمبر 10

از صفحہ نمبر 10

حیران رہ جاتا ہے کہ تفسیرِ کبیر میں کس طرح ان سائنسی ایجادات کو مطالبِ قرآنی کے تابع کیا گیا ہے اور کس طرح پندرہ سو سال پہلے ایک نبیٔ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان باتوں کی خبر دی گئی جو ترقی کے اس دَور میں اہلِ علم تجربات سے سیکھ رہے ہیں۔ ان میں زمین کا گول اور متحرک ہونا، سورج کی روشنی کا ذاتی اور چاند کے نور کا انعکاسی ہونا، آسمانوں اور ستاروں کا ظاہری ستونوں کے بغیر قیام وبقا، اجرامِ فلکی کا متحرک ہونا، تخلیقِ عالم کے مختلف ادوار، آغازِ کائنات کی دُخانی حالت، رنگوں کے خواص، ہر چیز کا جوڑا ہونا، اور اعمالِ انسان کی ریکارڈنگ کا نظام وغیرہ انکشافات آیاتِ قرآن کی تفسیر کے ذیل میں بیان ہوئے ہیں۔

(4) قرآن پر اعتراضات کے جواب: جو قاری مغربی مستشرقین Noldek Theodor, Wahery، Wiliam Muir ,JM Rodwell, اور Arnold وغیرہ کے قرآن پر اعتراضات سے دم بخود رہے ہیں۔ ان کے لئے تفسیر کبیر کا یہ کمال سرِفہرست ہے کہ اس میں ان لکھنے والوں کے اعتراضات اور بائبل کی قرآنِ کریم پر فضیلت کے بے بنیاد دعاوی کے شافی جواب دیئے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم ان بودے اعتراضات سے بالا ایک عظیم حقیقت ہے۔ اسی طرح ان لکھنے والوں نے بعض آیاتِ قرآنی سے غلط استدلال کرکے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراضات اٹھائے ہیں ان کو بھی دلائل سے ردّ کیا گیا ہے۔

(5) قرآنی پیشگوئیوں کا بیان: جو قاری بیشتر مروّجہ تفاسیر میں ہر قرآنی پیشگوئی کو روزِ قیامت پر چسپاں کرنے کے سبب قرآنِ کریم میں اس دنیا کے لئے پیشگوئیوں کی کمی پاتے رہے ان کے لئے یہ امر ازدیادِ ایمان کا باعث ہے کہ تفسیرِ کبیر میں متعدد ایسی پیشگوئیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو اس زمانہ میں پوری ہوکر قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر گواہ ٹھہری ہیں۔ ان بڑی خبروں میں سے چند یہ ہیں:

نہرِ سوئز اور نہرِ پانامہ کا بننا، دخانی جہازوں اور دیگر نئی سواریوں، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور کاسمک ریز اور بموں کی ایجاد، جمہوری حکومتوں کا بادشاہوں کی جگہ لینا، چڑیا گھروں کا قیام، پریس اور کتابوں کی بکثرت اشاعت، علمِ ہیئت اور علم طبقات الارض کی ترقی، چاند اور مریخ کے زمین سے وابستہ ہونے کا امکان، مغربی اقوام اور روس کی ترقی، فرعونِ موسیٰ کی لاش کی دریافت، وحشی اقوام کا متمدن ہوجانا، اور علمائے ظاہر کا علمِ دین سے بے بہرہ ہونا وغیرہ۔

(6) تفسیرِ کبیر میں مذکور پیش خبری جو بعد میں پوری ہوئی: 1940ء میں شائع ہونے والی تفسیرِ کبیر کی پہلی جلد میں آپ نے آیتِ قرآنی بنی اسرائیل: 105 کی تفسیر میں فلسطین میں یہود کی حکومت کے عارضی قیام کی پیشگوئی کا درج ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا:

’تم (یہود) جلاوطن رہو گے یہاں تک کہ تمہاری مثیل قوم (مسلمان) کے متعلق جو دوسری تباہی کی خبر ہے اس کا وقت آجائے گا اس وقت پھر تم کو مختلف ملکوں سے اکٹھا کرکے ارضِ مقدس میں واپس لایا جائے گا‘۔

’اس جگہ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ سے مراد مسلمانوں کے دوسرے عذاب کا وعدہ ہے اور بتایا یہ ہے کہ جب یہ عذاب آئے گا کہ دوسری دفعہ ارضِ مقدس کچھ عرصہ کے لئے ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ پھر تم (یہود) کو اس ملک میں واپس لے آئے گا‘۔

(تفسیر کبیر از سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جلد چہارم صفحہ نمبر 397-398 شائع کردہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

غیر احمدیوں سے ایک سوال

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’غیر احمدیوں سے جب مجھے مذہبی گفتگو کرنے کا موقع ملتا ہے مَیں ہمیشہ ان سے ایک سوال کیا کرتا ہوں مگر آج تک مجھے اُن میں سے کسی نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

مَیں اُن سے کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِهٖ (الانعام: 22) کہ اُس سے زیادہ اور کوئی ظالم نہیں جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرے یا اُس کی آیات اور سچی تعلیم کی تکذیب کرے۔ اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (البقرۃ: 115) کہ اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا تعالیٰ کی مساجد میں لوگوں کو ذکر کرنے سے روکے۔

جب ہمارا تمہارا اختلاف ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ اَظْلَم (نعوذ باللہ) مرزا صاحب تھے کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ پر افتراء کیا۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اَظْلَم تم ہو کیونکہ تم نے ایک سچے کی تکذیب کی تو آؤ ہم قرآن کریم سے ہی پوچھیں کہ ہم دونوں میں سے اَظْلَم کون ہے؟

سو جب ہم قرآن کو دیکھتے ہیں تو اس میں یہ لکھا ہؤا پاتے ہیں کہ **جو مساجد میں عبادت کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں وہی اَظْلَم ہیں**۔ اب دیکھ لو ہم نے اپنی مساجد میں کبھی کسی کو عبادت کرنے سے نہیں روکا بشرطیکہ وہ فتنہ و فساد کی نیت نہ رکھتا ہو۔ مگر تم اپنی مساجد میں احمدیوں کو نماز نہیں پڑھنے دیتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکتے ہو۔ پس اس آیت نے ہمارے اس جھگڑے کا فیصلہ کردیا اور بتادیا کہ اَظْلَم ہم نہیں بلکہ تم ہو اور تم ہی ایک سچے مأمور کی تکذیب کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بن رہے ہو۔‘‘

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 518)

اور اب اس زمانہ میں تو غیر احمدیوں کی طرف سے یہ ظلم بھی بہت بڑھ گیا ہے کہ احمدیوں کو ان کی اپنی مساجد میں بھی نمازیں پڑھنے سے روکنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ اور ایک ظالم شخص نے پاکستان میں ایسا قانون بنادیا ہے کہ احمدی اپنی مساجد کو مساجد نہیں کہہ سکتے۔ کاش کہ ہمارے غیر احمدی بھائی سوچیں کہ وہ ایسی حرکات سے خدا کی نظر میں اس کی کتاب قرآن حکیم کے فیصلہ کے مطابق اَظْلَم یعنی نہایت ظالم قرار پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں دیگر کئی قسم کے ظلم وستم بھی بہت عام ہوگئے ہیں۔ یقیناً خدا کا کلام برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو حقیقت کو دیکھنے، سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

خلافت ونظام جماعت سے وابستگی کے متعلق

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے چند زرّیں مکتوبات

غلام مصباح بلوچ - کینیڈا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جو لوگ بیعت کی توفیق پاتے آپؑ ہمیشہ انھیں یہی تلقین فرماتے کہ کچھ روز قادیان میں آکر رہیں تاکہ تعلق بیعت میں پختگی اور مضبوطی قائم ہو۔ اس ضمن میں آپ کے ملفوظات ومکتوبات بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر چند نومبائعین کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخم ریزی کی طرح ہے، چاہیے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے، جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہوکر گر جاتی ہے۔“

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ 29۔ مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

آپؑ اللہ تعالیٰ کی پہلی قدرت کے مظہر تھے۔ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کی دوسری قدرت کے مظاہر خلفاء سلسلہ نے بھی احباب جماعت کو بارہا یہی نسخہ جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی آغاز خلافت سے ہی اسی پہلو پر زور دیا، آپؓ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی جماعت کو تزکیہ نفوس کے لیے:

”(1) **دعاؤں پر زور دو۔ (2) میرے ساتھ تعلقات کو بڑھاؤ، خطوط کے ذریعہ ہی ہو۔**“ کا پروگرام دیا۔

(الحکم 14/اپریل 1914ء صفحہ 10 کالم 1)

اسی ضمن میں آپؓ کے چار مکاتیب ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جو خلافت ثانیہ کے ابتدائی سالوں کے ہیں:

جو لوگ یہاں نہیں آتے مَیں ڈرتا ہوں ان کے ایمان ضائع نہ ہوجائیں۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ قادیان میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد جنوری 1919ء میں واپس اپنے علاقہ پٹیالہ جانے لگے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے درج ذیل مکتوب آپ کے نام تحریر فرمایا:

”مکرمی ڈاکٹر صاحب! السلام علیکم۔

اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی محبت سے روانہ ہوں، ظاہری دوری گو حقیقی دوری نہیں مگر پھر بھی بہت بڑا دخل رکھتی ہے، پٹیالہ کا واقعہ ہے عبدالحکیم مرتد ہوگیا، حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا اس کا باعث قادیان کا نہ آنا ہے اور یہ کہ جو لوگ یہاں نہیں آتے میں ڈرتا ہوں ان کے ایمان ضائع نہ ہوجائیں۔ پس گو قادیان کا آنا ابتلاؤں کا موجب ہوسکتا ہے مگر نہ آنا اس سے بڑھ کر، دوری کوئی بھی اچھی نہیں، دعا انشاء اللہ آپ کے لیے بہت کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے خاص امید رکھتا ہوں کہ وہ خاص طور پر قبولیت کے آثار دکھائے گا۔ خدا تعالیٰ نکتہ نواز ہے اسے ایک نکتہ خوش اور ایک نکتہ ناراض کردیتا ہے ہاں رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ضرور حق ہے۔ دن لمحوں میں گزر جاتے ہیں اور سال منٹوں میں اور باقی وہی رہتا ہے جو خدا کے لیے کیا جاتا ہے کہ دل با یار اور دست در کار ایک ایسا حق ہے جس کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ ہاں ساتھ یہ بھی محسوس ہو کہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے اگر وہ اپنے قرب کا موقعہ دے۔ یہ قرب کا ایک اعلیٰ گُر ہے جو کبھی خطا نہیں کرتا، صرف وظیفہ پڑھنے والا یہ قرب حاصل نہیں کرتا، رسول کریمؐ کے وقت کو دیکھیں تو کچھ پڑھانے میں، کچھ کھانے میں، کچھ فیصلہ مقدمات میں، کچھ سیاست میں، کچھ سپاہ گری میں، کچھ دوستوں میں، کچھ ملاقاتوں میں، کچھ خدمت غرباء کچھ بچوں سے کھیلنے میں، کچھ بیویوں سے، ملازمت میں کچھ گھر کے کام کاج میں خرچ ہوجاتا تھا، دل بایار تھا۔ کون وظیفہ خوار اور مصلّٰی کو لازم پکڑنے والا آپ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کو نمازوں کی وجہ سے تم پر فضیلت نہیں بلکہ اس جنس سے جو اس کے دل میں ہے، وہ کیا تھی یہی کہ دل بایار تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ظاہری اور باطنی قرب کا موقع دے۔ ……

(الحکم 28/جنوری 1919ء صفحہ 2)

…………………………………

قادیان کا کوئی اخبار منگوایا کریں، اس سے تازگی ہوتی ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک نومبائع ڈپٹی کلکٹر کے نام درج ذیل خط لکھوایا:

”مکرمی! السلام علیکم۔

آپ کا خط بیعت کا آج ملا، اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ جو روکیں آپ نے اس وقت تک بیعت کے راستہ میں بیان فرمائی ہیں درحقیقت وہ ایک غلطی ہے جو اس زمانے میں بہت لوگوں کو لگی ہوئی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مذہب اس وقت اختیار کرنا چاہیے جب انسان کے اعمال درست ہوجائیں۔ حالانکہ مذہب ہی تو انسان کے اعمال درست کرتا ہے۔ اگر مذہب کے اختیار کرنے کے بغیر ہی انسان کے نفس کی اصلاح ہوسکتی تو پھر مذہب کی ضرورت ہی بہت کم رہ جاتی ہے۔ اعمال صالحہ صحیح عقائد کا نتیجہ ہیں اور عقائد کی درستی کے لیے ان ذرائع کو استعمال کرے جو انسان کی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ مامور ہوکر آتے ہیں ان کی حیثیت ایک استاد کی سی ہوتی ہے کہ جس کا کام جاہل کو عالم بنانا اور عالم کو اپنے علم میں کامل کرنا ہوتا ہے۔ جب آپ نے ہر قسم کی رکاوٹوں سے قطع نظر کرکے صداقت کو قبول کیا ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خود آپ کی ہدایت اور رہنمائی کرے گا، ہاں ایک حد تک کوشش انسان کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ ایک بات کو آپ یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس سے بہت فوائد حاصل ہوں گے، وہ یہ ہے کہ جو شاخ تنے سے جدا ہوتی ہے وہ سوکھ جاتی ہے۔ تعلقات کا قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے، جہاں تک ہوسکے قادیان آنے کی کوشش کریں، جب تک نہ آسکیں کبھی کبھی خط لکھتے رہیں، میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دعا کروں گا، آپ جہاں تک ہوسکے اچھی طرح نماز میں باقاعدگی کی کوشش کریں اور اپنے مقدور بھر روزے بھی رکھیں، باقی کمزوری تو آہستہ آہستہ ہی دور ہوگی، جوں جوں معرفت ترقی کرتی ہے اعمال میں درستی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ ……

سلسلہ کے حالات کی واقفیت کے لیے قادیان کا کوئی اخبار منگوایا کریں، اس سے تازگی ہوتی ہے۔ وہاں کی جماعت کے لوگوں سے ملتے رہیں۔ انسان کی زندگی کا واقعہ میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا، بہت ہیں جو آخری وقت اپنے نفس کو بے فائدہ ملامت کرتے ہیں، پھر اس وقت واپس لوٹنا مشکل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔“

(الفضل 18 مئی 1918ء صفحہ 2 کالم 2,3)

…………………………………

اُن لوگوں میں بھی جوش پیدا ہو اور وہاں بھی جماعت میں ترقی ہو…

حضرت پروفیسر علی احمد صاحب بھاگلپوری رضی اللہ عنہ (ولادت: 1879۔ جون 1957ء) خلافت ثانیہ کے آغاز میں ہی بھاگلپور (اتر پردیش۔ انڈیا) سے قادیان آئے اور یہاں قیام کیا۔ کچھ ہی عرصے بعد بھاگلپور میں انہیں کالج میں بطور پروفیسر ملازمت ملی۔ انہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اطلاع دیتے ہوئے لکھا:

”خاکسار کی تو یہی تمنا ہے کہ حضور کے قدموں میں بقیہ زندگی بسر کرے لیکن اس امر کی اطلاع حضور میں کرنی ضروری تھی، حضور کا جو حکم ہو اس کی تعمیل کے لئے ناچیز غلام ہمہ تن آمادہ ہے۔“

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں نے اس امر کے متعلق بہت غور کیا ہے گو اس وقت یہاں آدمی کی ضرورت ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی صحت پر بھی یہاں کی رہائش سے بہت اچھا اثر پڑا ہے لیکن بوجہ اس ملک کے حالات کے میری طبیعت اس طرف راغب ہوتی ہے کہ آپ سردست اُسی جگہ کام کریں۔ ہندوستان کیا بلحاظ تعداد اور کیا بلحاظ اخلاص و ہمت کے پنجاب سے بہت پیچھے ہے۔ صرف چند آدمی ہیں کہ جو سلسلہ کے مغز سے واقف اور اس کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں خصوصًا میرے بوجھ سے۔ اور مجھ سے تو اُن میں سے کوئی بھی واقف نہیں کیونکہ میرے زمانہ میں یہاں آکر رہنے کا موقعہ اُن میں سے کسی کو نہیں ملا۔ آپ کو یہ موقعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی قدر حاصل ہوا ہے اور ممکن ہے کہ آپ کے کچھ مدت وہاں رہنے سے اگر خدا تعالےٰ یہ کام آپ کے ہاتھ سے لے تو اُن لوگوں میں بھی جوش پیدا ہو اور وہاں بھی جماعت میں ترقی ہو، اِس خیال سے مجھے یہی پسند ہے کہ آپ سردست واپس تشریف لے جائیں اور اپنے صوبہ کے لوگوں کی ہدایت کی طرف متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے، اگر پروفیسری میں فائدہ ہو تو ابھی جانے کی ضرورت ہوگی ورنہ رخصت ختم کرنے پر واپس جاسکتے ہیں، دعا کے بعد دونوں میں سے ایک چیز کو اختیار کرلیں۔ اخلاص کبھی ضائع نہیں جاتا، قادیان کی رہائش کا خیال آپ کے دل میں مضبوط رہا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اس ارادہ کی تکمیل کے سامان بھی آپ کے اہل وطن کی اصلاح کے بعد کردے گا۔

خاکسار مرزا محمود احمد

(الفضل 21 نومبر 1916ء صفحہ 1,2)

…………………………………

تبلیغ بغیر قادیان میں رہنے کے نہیں آتی

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح …… کی خدمت میں لکھا کہ جن ایام میں حضرت مسیح موعود منارۃ المسیح بنوا رہے تھے، میرا چھوٹا بھائی پیدا ہوا تھا اور اتفاق سے وہ بہت بیمار ہوگیا، اس بیماری میں ہم نے یہ نذر مان لی کہ ہم اس کو منارۃ المسیح کا مؤذن بنائیں گے۔ اب وہ لڑکا تیرہ چودہ برس کا ہوگیا ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ حضور نے اس کے جواب میں لکھوایا کہ

”منارۃ المسیحؑ دراصل تبلیغ اسلام ہی ہے، اس لڑکے کو اسلام کی تعلیم دیں جب تبلیغ کرے گا تو منارۃ المسیح کا مؤذن ہوجائے گا مگر تبلیغ بغیر قادیان میں رہنے کے نہیں آتی۔“

(الفضل 16 ستمبر 1915ء صفحہ 2 کالم 2)

…………………………………

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی وقتاً فوقتاً اس بنیادی امر کے متعلق ہمیں نصائح فرمائی ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 30 مئی 2008ء میں فرماتے ہیں:

”عُروہ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ایسا سبزہ زار جو ہمیشہ سرسبز رہتا ہے۔ بارش کی کمی بھی اس پر کبھی خشکی نہیں آنے دیتی۔ پس یہ ایسا سبزہ زار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کی وجہ سے جماعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عطا کیا ہے جو ہمیشہ سرسبز رہنے کے لیے ہے، جس کو شبنم کی نمی بھی لہلہاتی کھیتیوں میں اور سرسبز باغات کی شکل میں قائم رکھتی ہے۔ پس اس عُروۂ وُثقیٰ کو پکڑے رہیں گے تو انعامات کے وارث بنتے چلے جائیں گے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 20 جون 2008ء صفحہ 6)

…………………………………

بقیہ: عقل، منطق اور الہام کی تقابلی حیثیت

……از صفحہ 4

محفوظ تھا اور کون غیر محفوظ۔ یہ ایک لاینحل سوال تھا۔ البتہ جو بھی ان فضول جھگڑوں میں اتنی سنجیدگی سے حصہ لیتے ان کی زندگی بہرحال اس دنیا میں جہنم بن کر رہ جاتی۔ یعنی جس جہنم سے ان کے مخالفین انہیں ڈرایا کرتے تھے اس کا مزہ وہ اسی دنیا میں چکھ لیتے تھے اور انہیں موت کا انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا۔

ازمنۂ وسطیٰ کی صدیوں پر محیط تاریکی کے مہیب سائے دور دور تک پھیلنا شروع ہوئے یہاں تک کہ دنیائے اسلام جو عرب کے ریگزاروں سے طلوع ہونے والے آفتاب عالمتاب کی بدولت تاریکی سے نکل کر روشنی میں آن کھڑی ہوئی تھی ایک بار پھر جہالت کے عمیق گڑھے میں جا گری۔ اسلام کا تصور تناظر اور زاویۂ نگاہ کے بدلنے سے تاریک اور اداس راتوں میں دور کائنات میں نظر آنے والے جھلملاتے اور رنگ بدلتے ستاروں کی مانند بدلنا شروع ہوگیا۔ اسلام کی پہلی سی شان وشوکت اور قوت باقی نہ رہی۔

علم وآگہی کے دو بڑے راستے جو جہالت کی تاریکی کو روشنی میں بدل سکتے تھے بظاہر ہمیشہ کیلئے مسدود ہوگئے۔ نہ تو بصیرت کی پہلی سی سچائی اور صفائی رہی اور نہ ہی آسمان سے کسی وحی کے اترنے کی امید! ان پر یہ دونوں دریچے بند ہوگئے۔ کتنا ہی المناک انجام تھا!

تاہم کچھ صدیوں کے بعد دنیوی علوم کا سورج ایک بار پھر طلوع ہونا شروع ہوا لیکن اس مرتبہ یہ سورج مغرب سے نکلا۔ مشرق سے تعلق رکھنے والے روشنی کے میناروں نے اس امید پر مغرب کی طرف دیکھنا شروع کردیا کہ شاید انہیں اس روشنی کی ایک جھلک نظر آجائے جو انہوں نے صدیوں پہلے خود مغرب کو عطا کی تھی۔

بقیہ خطاب حضور انور۔ از صفحہ نمبر 20

نو سو اڑتیس۔ تعداد کے لحاظ سے پاکستان پہلے نمبر پر ہے اور بیرون پاکستان یہ تعداد چھبیس ہزار ہے۔

مخزن تصاویر کا شعبہ ہے۔ نمائش ہے۔ یہ بھی بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔ بڑی وسعت پیدا ہو چکی ہے۔

احمدیہ آرکائیو ریسرچنگ سینٹر ہے یہ بھی نیا کام شروع کیا ہے۔ اس میں تاریخ کے لحاظ سے بڑا اچھا کام ہو رہا ہے۔

مجلس نصرت جہاں سکیم کے تحت افریقہ کے بارہ ممالک میں بیالیس ہسپتال اور کلینک کام کر رہے ہیں جن میں 39 مرکزی ڈاکٹرز اور دس مقامی ڈاکٹر خدمت میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ تیرہ ممالک میں ہمارے 684 ہائر سیکنڈری سکول، جونیئر سیکنڈری سکول اور پرائمری سکول کام کر رہے ہیں جن میں 19 مرکزی اساتذہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اس سال یوگنڈا میں ایک فری ڈسپنسری کا قیام بھی ہوا۔

ایبولہ (Ebola) کی جو بیماری افریقہ میں پھیلی تھی اس کی وجہ سے سیرالیون اور لائبیریا میں جماعت کو بڑا کام کرنے کی توفیق ملی اور اس کا بڑا اچھا نیک اثر ہوا۔

انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹیکٹس اینڈ انجنیئرز بھی اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑا اچھا کام کر رہی ہے اور ماڈل ویلج پراجیکٹ اور پانی کے نلکے لگانے کا کام بڑا اچھا چل رہا ہے۔ سولر سسٹم بھی یہ لگا رہے ہیں اور اس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان علاقوں پر بڑا اچھا اثر ہو رہا ہے۔

ہیومینیٹی فرسٹ کے ذریعہ سے بھی بڑا اچھا کام ہو رہا ہے۔ فری میڈیکل کیمپس بھی دنیا میں لگائے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے احمدیت کا اور اسلام کا پیغام پہنچتا ہے۔

خون کے عطیات۔ امریکہ میں اس سال ایک سو تیس بلڈ ڈرائیوز منعقد کی گئیں جن میں تین ہزار خون کے عطیات دیئے گئے اور اس کا وہاں کے لوگوں پر بڑا اچھا اثر ہوتا ہے۔ آسٹریلیا میں بھی یہ کام ہو رہا ہے۔ کینیڈا میں بھی ہو رہا ہے۔ بھارت، بنگلہ دیش، جرمنی، ماریشس، آئر لینڈ، یوکے اس سلسلے میں کافی اچھا کام کر رہے ہیں۔

آنکھوں کے فری آپریشن۔ اس میں گوئٹے مالا، سیرالیون، مالی، برکینا فاسو، لائبیریا، بینن اور ٹوگو میں اچھا کام ہو رہا ہے۔ موتیا کے انہوں نے کافی فری آپریشن کئے ہیں۔ چیریٹی واک کے ذریعہ سے کافی اچھی کولیکشن ہو جاتی ہے جو مختلف چیریٹیز میں تقسیم کی جاتی ہے۔

قیدیوں سے رابطہ اور خبر گیری میں بھی بعض ملکوں میں بڑا اچھا کام ہو رہا ہے۔ برکینا فاسو میں بھی۔ کنشاسا کونگو میں بھی۔ عید الاضحیٰ اور دوسرے موقعوں پر یہاں چیزیں تقسیم کی گئیں۔

نومبائعین سے رابطے

نومبائعین سے رابطے کی بحالی کے سلسلے میں نائیجیریا نے اس سال پچیس ہزار سے اوپر نومبائعین سے رابطہ بحال کیا۔ بینن نے بائیس ہزار سے زائد نومبائعین سے دوبارہ رابطہ قائم کیا جو بڑے عرصے سے سالوں سے کٹا ہوا تھا۔ برکینا فاسو نے انیس ہزار آٹھ سو سے زائد نومبائعین سے رابطہ کیا۔ آئیوری کوسٹ نے تیرہ ہزار سات سو سے زائد، سیرالیون نے پانچ ہزار تین سو سے زائد، اسی طرح کینیا چار ہزار سے اوپر۔ ٹوگو، غانا، ہندوستان، گنی بساؤ، مالی، تنزانیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رابطے میں کافی وسعت پیدا ہو رہی ہے اور پرانے جو گمے ہوئے تھے ان میں جنہوں نے دین کو دین سمجھ کر، احمدیت کو سمجھ کر قبول کیا تھا وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوبارہ واپس آ رہے ہیں۔ جو کسی غرض کے لئے آئے تھے وہ علیحدہ ہو رہے ہیں تو ان کے لئے علیحدہ ہونا ہی بہتر ہے۔

ساوے ریجن (بینن) کے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ پرانے نومبائعین سے تعلق از سرِ نو بحال کرنے کے لئے لوکل مبلغین اور معلمین پر مشتمل ٹیمیں بنا کر ریجن میں روانہ کی گئیں۔ میں بھی ایک ٹیم کے ہمراہ ایک جگہ گیا۔ گاؤں میں جو بینن سے ملحق نائیجیریا کی سرحد کے قریب واقع ہے جب ہمارے مقامی مبلغ ابوبکر صاحب اور خاکسار نے اس جماعت سے رابطہ بحال کیا تو احباب نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور تمام گاؤں ملاقات کے لئے اکٹھا ہو گیا۔ تب مقامی مبلغ اور خاکسار نے تربیتی موضوع پر تقاریر کیں۔ پروگرام کے اختتام پر احباب جماعت نے چندہ بھی پیش کیا۔ اللہ کے فضل سے اب اس جماعت سے ہماری ٹیم کا مستقل اور مضبوط رابطہ ہے۔ اسی طرح آئیوری کوسٹ میں بھی رابطہ بحال کیا گیا۔

بیعتیں

اس سال جو بیعتیں ہوئی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک کی جو اطلاعیں آئی ہیں اس کے مطابق پانچ لاکھ ستاسٹھ ہزار تین سو تیس افراد نے احمدیت اور حقیقی اسلام کو قبول کیا۔

اس سال 113 ممالک سے تقریباً تین سو اکانوے (391) اقوام احمدیت میں داخل ہوئیں۔ مالی میں ایک لاکھ سینتیس ہزار سے اوپر بیعتیں ہوئیں۔ نائیجیریا کی بیعتیں اٹھانوے ہزار سے اوپر ہیں۔ سیرالیون میں چھیالیس ہزار سے اوپر ہیں۔ غانا کی دس ہزار سے اوپر ہیں۔ برکینا فاسو بیالیس ہزار سے اوپر ہیں۔ گنی کناکری کو پچاس ہزار سے اوپر کی توفیق ملی۔ آئیوری کوسٹ میں بارہ ہزار سے اوپر۔ اسی طرح سینیگال سترہ ہزار سے اوپر۔ بینن اڑتالیس ہزار سے اوپر۔ کیمرون چھبیس ہزار سے اوپر۔ یوگنڈا، کینیا ان میں ہزاروں کی تعداد ہے اور باقی کچھ ممالک میں سینکڑوں میں ہیں۔

بیعتوں کے تعلق میں بعض واقعات۔ گوہاٹی صوبہ آسام کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک معلم کے ساتھ ایک جماعت میں تبلیغ کے لئے گیا۔ اس جماعت میں مخالفین کی کافی تعداد ہے۔ رات کو بھی مخالفین کے ساتھ گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو مخالفین گالی گلوچ کرتے رہے۔ لیکن ہماری طرف سے انہیں قرآن کریم اور احادیث کی رو سے سمجھانے کی کوشش ہوتی رہی۔ ساری رات بات چیت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز فجر کے بعد انہی مخالفین میں سے دس افراد کو جماعت احمدیہ کی صداقت سمجھ میں آئی اور قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

کہتے ہیں اس سال بنگلہ دیش میں ایک چھوٹی سی جماعت میں جلسہ کے آخری دن ایک غیر احمدی امام حافظ ظہور الاسلام بھی شریک ہوئے۔ اس سے کچھ عرصے بعد موصوف اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ سات افراد کا وفد بنا کر ڈھاکہ مشن ہاؤس آئے۔ یہاں جماعت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اللہ کے فضل سے ساتوں ہی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔

نائیجیریا کی ایک نو احمدی خاتون اپنی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں اس سال جلسہ سالانہ نائیجیریا میں شامل ہوئی اور پہلی مرتبہ مجھے اتنا بڑا منظّم ہجوم دیکھنے کو ملا۔ احمدیت کا جلسہ سالانہ دیکھ کر ہی احمدی مسلمانوں کو دوسرے جاہل مسلمانوں سے تمیز کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ جلسے کے بعد میں نے بیعت کر لی۔

اسی طرح بینن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ گاؤں 'گاہ یرو' (Ga Yero) میں تبلیغ کے لئے گیا۔ تبلیغ کے دوران انہوں نے سورۃ اخلاص کی تلاوت کی اور اس کی تفسیر پیش کی۔ جس پر ایک عمر رسیدہ شخص جس کا تعلق مقامی ارواح پرست مذہب سے تھا غصے سے کہنے لگا کہ ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ تب اس کا بیٹا کھڑا ہوا اور اس نے اپنے باپ کو روک دیا اور کہا کہ ہمیں احمدی مبلغ کی باتیں سننے دو۔ تب ہمارے مبلغ صاحب نے انہیں مزید تبلیغ کی جس کے نتیجے میں اس ارواح پرست بوڑھے شخص کے بیٹے نے اپنے کئی دوستوں کے ساتھ احمدیت قبول کر لی۔ ان نوجوانوں کا تعلق مقامی ارواح پرست مذہب سے تھا۔

بہرحال بہت سارے واقعات ہیں۔

خوابوں کے ذریعہ سے بعض لوگ احمدیت قبول کرتے ہیں۔ بینن کے لوکل مشنری حسینی صاحب کہتے ہیں کہ تابے (Tabe) گاؤں کے ایک شخص فاضل صاحب نے فون کیا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ موصوف اپنے گاؤں میں جماعت کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے۔ چنانچہ جب وہ ملنے آئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے خواب میں ایک آواز سنی ہے یا تو وہ کوئی فرشتہ ہے یا خدا ہے جو مجھے کہہ رہا ہے کہ جس نے امام مہدی کو نہیں مانا وہ مسلمان نہیں ہے۔ جس نے امام مہدی کو نہیں مانا وہ مسلمان نہیں ہے۔ موصوف کہنے لگے کہ اس خواب سے مَیں ہِل گیا ہوں۔ میں امام مہدی کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس طرح موصوف نے بیعت کر لی۔

یہاں سے بھی ہمارے مبلغ نے لکھا کہ ایک شخص اجمل صاحب ہیں انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کچھ دوستوں کے ساتھ ایک راستے پر جا رہے ہیں اور اچانک کیچڑ میں گر جاتے ہیں۔ وہ مدد کے لئے پکارتے ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کے ساتھ ان کے دوست ہوتے ہیں کوئی ان کی مدد کے لئے نہیں آتا۔ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں تو اچانک ایک بزرگ آتے ہیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کیچڑ سے باہر نکال دیتے ہیں۔ جب باہر نکلتے ہیں تو کپڑے بالکل صاف ہوتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ وہ اس بزرگ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔ اس پر بزرگ کچھ نہیں بولتے صرف آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کچھ دن بعد ایک احمدی دوست جن کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں ان کے گھر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ بزرگ تھے۔

مالی کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک شخص فاتح صاحب مشن ہاؤس 'سکاسو' آئے اور بتایا کہ وہ بیعت کرنے آئے ہیں۔ جب ان سے وجہ پوچھی تو کہنے لگے کچھ عرصہ سے ایک خواب بار بار دیکھ رہے ہیں جس میں ایک سفید باریش بزرگ ان کے خواب میں آتے ہیں اور ان کو احمدیت میں شامل ہونے کا کہتے ہیں۔ اس پر جب ان کو تصاویر دکھائی گئیں تو میری تصویر دیکھ کر کہنے لگے یہی وہ شخص تھا جو مجھے خواب میں آتا ہے۔

مالی ریجن کے معلم ادریس صاحب ہیں۔ کہتے ہیں ان کے ریجن میں ایک بزرگ فاکنا گونے (Faqina Goune) صاحب روزانہ ریڈیو سنتے تھے لیکن ان کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن انہوں نے خواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا جس کے بعد مشن ہاؤس آئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کو دیکھا اور بتایا کہ یہی وہ بزرگ تھے جو خواب میں آئے تھے۔ انہوں نے اسی وقت بیعت کر لی۔

اس کے بھی بیشمار واقعات ہیں۔ بیان کرنے تو مشکل ہیں۔

فرانس کے ایک شہر Roubaix سے ایک خاتون Malissa صاحبہ کہتی ہیں کہ قبول احمدیت سے پہلے میں نے خواب میں ایک مسجد دیکھی جس میں لوگ نماز پڑھنے کے بعد چھوٹے چھوٹے گروپس میں کھڑے ہیں۔ ان لوگوں میں میرا بھائی بھی شامل ہے۔ چنانچہ کچھ عرصے بعد میرا جماعت احمدیہ کے ساتھ تعارف ہوا اور مجھے فرانس جماعت کی مرکزی مسجد 'مسجد مبارک' میں جانے کا موقع ملا۔ جونہی میں مسجد میں داخل ہوئی تو مجھے اپنی خواب یاد آ گئی کہ یہ تو وہی مسجد ہے جو مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی اور جب میں مسجد میں داخل ہوئی تو وہی نظارہ تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اب اللہ کے فضل سے انہوں نے بیعت کر لی ہے۔

پھر نشانات دیکھ کر بیعتیں ہوئی ہیں۔ امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ ایک گاؤں میں دعوت الی اللہ کے لئے ایک ٹیم گئی جب تبلیغ شروع ہوئی تو گاؤں کی ایک عورت 'کمباں جالو' صاحبہ بڑے غور سے تبلیغ سننے لگیں۔ تبلیغ میں جب جماعت کا ذکر آیا تو اپنے خاوند سے کہنے لگیں کہ فوراً احمدیت قبول کر لو یہی اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے اور اسی میں شامل ہو کر جہنم کے عذاب سے بچا جا سکتا ہے۔ موصوفہ کا خاوند کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے کہا کہ سب سے پہلے میرے خاوند کا نام لکھیں۔ اس کے بعد کہنے لگی کہ میرا بھائی احمدیت کا شدید مخالف تھا اور کہتا تھا کہ میں گاؤں میں احمدیوں کی مسجد نہیں بننے دوں گا۔ اس کے لئے اس نے رشوت بھی دی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مخالفت کی وجہ سے سخت سزا دی۔ پہلے گاؤں سے ذلیل کر کے باہر نکالا گیا۔ پھر اس کی بیوی مر گئی اور پھر اس کی ماں پر ابلتا ہوا تیل گر گیا جس کی وجہ سے وہ جل گئی۔ یہ سب اس کو احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے ملا۔ میں نہیں چاہتی کہ ہمارا انجام بھی میرے بھائی جیسا ہو۔ چنانچہ وہاں مجمع میں اس وجہ سے 45 افراد نے احمدیت قبول کر لی ہے۔

مخالفین کے پروپیگنڈے کے نتیجہ میں بیعتیں ہوتی ہیں۔ ڈوڈومہ (تنزانیہ) کے مبلغ لکھتے ہیں کہ جب گھر گھر جماعت کا تعارف کروایا اور جماعتی لٹریچر تقسیم کیا تو دوسرے دن یہ خبر گاؤں کے بڑے مولوی تک پہنچی اور وہ شدید غصے میں آ کر کہنے لگے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں آپ لوگ ان کی بات نہ سنیں اور نہ ان کو گاؤں میں آنے دیں۔ انہوں نے اپنی ایک ٹیم بنائی۔ اور انہوں نے کثرت

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

سے مخالفت شروع کر دی اور احمدیت کے خلاف جو بھی ان کے منہ میں تھا کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔ مولوی صاحب ایک ایسی بڑھیا کے گھر بھی پہنچے جس کو ہم لوگ پہلے جماعت کا تعارف کروا چکے تھے اور اسے جماعتی لٹریچر بھی مہیا کیا ہوا تھا۔ وہ بڑھیا اَن پڑھ تھی لیکن وہ اپنے بیٹے سے یہ لٹریچر پڑھوا کر سن چکی تھی۔ چنانچہ جب مولوی صاحب اس بڑھیا کے گھر گئے اور اس سے کہا کہ یہ لوگ تو مسلمان نہیں ہیں کافر ہیں وغیرہ وغیرہ اور کہا کہ ہم آپ کو جہنم سے بچانے آئے ہیں۔ اس پر اس عورت نے جو پہلے ہی ہماری تمام باتیں سن اور سمجھ چکی تھی جلدی سے وہ لٹریچر منگوایا اور اپنے بیٹے کو مولوی صاحب کو پڑھ کر سنانے کو کہا اور مولوی صاحب سے کہا آپ مجھے بتاتے جائیں کہ ان میں کون کون سی بات ایسی ہے جو اسلامی نہیں ہے اور کون سی ایسی بات ہے جو ہمیں جہنم میں لے کر جا رہی ہے؟ مولوی صاحب نے دو تین اعتراضات کئے جن کے جوابات اسی لڑکے نے ہمارے لٹریچر سے نکال کر مولوی صاحب کو دے دیئے۔ اس پر مولوی صاحب آگ بگولا ہو کر بڑھیا کو یہ کہہ کر واپس چلے گئے کہ تم بھی کافر ہوگئی ہو۔ اس پر اس عورت نے کہا کہ اچھا اگر سچی بات کو ماننا کفر ہے تو ٹھیک ہے مَیں کافر ہی ہوں۔

پھر خطبات سن کر بعض لوگوں میں بڑی نمایاں تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ایم ٹی اے سے جو خطبات سنتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑا نیک اثر ہو رہا ہے۔ بعض جگہ دھمکیاں ملتی ہیں، احمدیت کو چھوڑنے کا کہا جاتا ہے لیکن لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت قدمی سے قائم رہتے ہیں۔

مبلغ انچارج زیمبیا کہتے ہیں کہ زیمبیا کے کیپیٹل لوکاسا سے ایک ہزار پچیس کلو میٹر دور ایک شہر مپوروکوسو (Mporokoso) ہے امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس شہر میں ایک جماعت قائم ہوئی۔ اس شہر میں جب اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچا تو گیارہویں کلاس کے ایک عیسائی طالبعلم برائن چی سنگا (Brian Chisenga) نے جماعتی پمفلٹ اور تبلیغ سننے کے بعد جماعت میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ موصوف کے والد اس شہر میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ اسلام کے شدید مخالف ہیں۔ جب انہیں اپنے بیٹے کے مسلمان ہو جانے کا علم ہوا تو غصے میں آ کر کہنے لگے کہ تم نے اسلام قبول کر کے اس شہر میں میری عزت خاک میں ملا دی ہے اس لئے میرے گھر سے نکل جاؤ۔ اس پر ان کے بیٹے عبدالوہاب صاحب نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اور میں اپنا اچھا برا سمجھتا ہوں۔ میں نے اسلام احمدیت کو حق سمجھ کر قبول کیا ہے اب آپ مجھے بیشک گھر سے نکال دیں لیکن میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا۔ انہیں بعد میں لالچ بھی دیا گیا کہ احمدیت کو چھوڑ دو لیکن اس نوجوان نے ہر لالچ کو ٹھکرا دیا۔ ثابت قدمی کے ساتھ احمدیت پر قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعت کے بعد احمدی ہونے کے بعد غیر معمولی تبدیلیاں بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ ازبکستان کے ایک ظہیر واحد صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے 2014ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ کہتے ہیں قبول احمدیت سے پہلے وہ اکثر اپنے دوستوں سے گفتگو کے دوران چھوٹی چھوٹی باتوں پر بحث میں پڑ جاتے تھے اور بعض اوقات بات بدکلامی تک پہنچ جاتی تھی۔ لیکن احمدی ہونے کے بعد اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پڑھنے کے بعد ان کی زندگی میں عجیب روحانی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ اب جب دوستوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور کوئی ایسی بات ہو جس پر بحث چل نکلے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد یاد آ جاتا ہے کہ سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سوچ کر میں نہ صرف خود اس بحث سے دُور رہتا ہوں بلکہ اپنے دوستوں کو بھی یہ بات سمجھاتا ہوں اور میرے دوست انتہائی حیرانگی سے مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم تو خود اتنی بحث کرتے تھے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تو میں ان کے سامنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس پڑھ دیتا ہوں۔

مبلغ کوسووو بیان کرتے ہیں کہ ایک نومبائع ابراہیمی صاحب بہت مخلص احمدی ہیں۔ نظام وصیت میں شامل ہیں اور مالی قربانی میں پیش پیش ہیں۔ دین کی خاطر وقت کی قربانی بھی کرتے ہیں۔ موصوف مشن ہاؤس سے دور ایک شہر میں رہتے ہیں۔ لیکن گزشتہ ایک سال سے ہر جمعرات کو لمبا سفر طے کر کے مشن ہاؤس آتے ہیں اور معلم صاحب کے ساتھ مل کر تبلیغی پروگرام کرتے ہیں اور پھر اگلے روز جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس اپنے شہر چلے جاتے ہیں۔

اسی طرح بہت سارے نشانات ہیں بارشوں کے نشانات، قبولیت دعا کے واقعات ہیں۔ دعوت الی اللہ میں روکیں ڈالنے والوں کے واقعات ہیں۔

قرغیزستان کے ایک عظمت صاحب لکھتے ہیں جو ملازمت کی غرض سے آجکل ماسکو میں ہیں، کہتے ہیں ماسکو میں ان کے ساتھ ان کے بھائی اور ایک احمدی رشتے دار بھی کام کرتے ہیں ان کے بھائی غیر احمدی ہیں اور جماعت کی وجہ سے وہ کافی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن جو رشتے دار ان کے ساتھ وہاں کام کرتا تھا وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بہت گندی زبان استعمال کرتا تھا۔ عظمت صاحب نے انہیں بہت دفعہ کہا کہ تم نے اگر مہذب انداز میں جماعت کے بارے میں بات کرنی ہے تو کرو لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال نہ کرو اس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن اس شخص نے اپنی بدکلامی جاری رکھی۔ عظمت صاحب کہتے ہیں کہ جب حد ہوگئی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں یہ الفاظ سننا میری برداشت سے باہر ہیں۔ اب تُو ہی اس شخص کو روکنے کا انتظام کر دے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میرا وہی رشتے دار جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بدکلامی کرتا تھا کام کرتے کرتے سیڑھیوں سے نیچے گر گیا اور سر پر ایک زخم آیا اور آہستہ آہستہ وہ زخم اتنا خراب ہو گیا کہ وہ رفع حاجت کے لئے بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے زخم کا علاج بھی کروایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر اسی حالت میں وہ ماسکو سے واپس قرغیزستان چلا گیا۔

امیر صاحب بینن لکھتے ہیں کہ ’ ناتی ٹنگو‘ (Natitingou) علاقے کے ریجنل کمشنر ہماری دعوت پر مشن ہاؤس آئے اور انہوں نے کہا کہ بینن میں جماعت احمدیہ بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ اس وجہ سے ہمیں کچھ تشویش بھی ہوئی ہے کہ جماعت کے کہیں کوئی خفیہ مقاصد تو نہیں ہیں لہٰذا حکومت نے احمدیوں کے متعلق اعلیٰ سطح پر ایک خفیہ تحقیق کی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ جماعت احمدیہ ایک پُرامن جماعت ہے اور انسانیت کی خدمت میں پیش پیش ہے۔ لوگ جو بھی کہیں لیکن ہمیں آپ کے بارے میں اچھی طرح پتا ہے اس لئے میں آپ کی دعوت پر یہاں آپ سے ملنے آ گیا ہوں۔

علماء کا احمدیت کی صداقت کا اقرار۔ برکینا فاسو کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک وہابی امام کو مسلسل دو ماہ تبلیغ کی گئی۔ جب اس کو تمام سوالات کے جوابات مل گئے تو اس سے بیعت کرنے کو کہا لیکن اس نے جواب دیا کہ آپ کی تمام باتیں درست ہیں اور قرآن و حدیث سے وفات مسیح بھی ثابت ہے۔ مگر مَیں چونکہ غیر احمدیوں کی مسجد کا امام ہوں اور اسی پر میرا گزر بسر ہے اس لئے میرے لئے احمدیت میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ لیکن اگر مجھے کہا جائے کہ احمدیت کی صداقت کو ثابت کرو تو وہ میں ثابت کر سکتا ہوں۔

یہ مختصر رپورٹ ہے جو میں نے پیش کی ہے۔ آخر میں ایک اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پڑھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’پس اے لوگو تم خدا سے مت لڑو۔ یہ وہ کام ہے جو خدا تمہارے لئے اور تمہارے ایمان کے لئے کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مزاحم مت ہو۔ اگر تم بجلی کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو مگر خدا کے سامنے تمہیں ہرگز طاقت نہیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو تمہارے حملوں کی کچھ بھی حاجت نہ تھی۔ خدا اُس کے نیست و نابود کرنے کے لئے خود کافی تھا۔ افسوس کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے اور زمین ضرورت ضرورت بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اے بدبخت قوم اُٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت میں جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا۔ وہ ناپاکوں میں لکھا گیا تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی۔ اب سمجھ کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو اَنَا الْمَوْجُود کی آواز آئے‘‘۔ (مجموعہٴ اشتہارات، جلد 2 صفحہ 435-436)

آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

......☆......☆......☆......☆......

وقف جدید کے نئے سال 2016ء کا اعلان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کے نئے سال کا اعلان فرما دیا ہے۔

☆ تمام امراء کرام، صدران جماعت اور مبلغین انچارج کی خدمت میں درخواست ہے کہ نئے سال کے وعدہ جات لینے کا کام شروع کروا دیں اور خاص طور پر نومبایعین کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

☆ حضور انور نے دفتر اطفال کے حوالے سے بڑی جماعتوں کو ان کی ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

’’مَیں کئی مرتبہ پہلے بھی توجہ دلا چکا ہوں کہ دفتر اطفال میں جس طرح کینیڈا میں کام ہو رہا ہے آرگنائز ہو کر باقی دنیا کے جو بڑے ممالک ہیں ان کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے اور کام کرنا چاہئے‘‘۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

Shaheen Reisen

Cheap airtickets worldwide!

Authorised Travel Agency

آپ ہمیشہ اپنی قابلِ اعتماد شاھین ٹریول سروس سے دُنیا بھر کے کسی بھی مُلک سے سفر کرنے والوں کے لئے جدید الیکٹرونک طریقہ کار سے ہوائی ٹکٹ آپ اپنے گھر بیٹھے ہی فوراً حاصل کریں۔ نیز UK سے بذریعہ کار DOVER سے CALAIS آنے والوں کے لئے FERRY کی بکنگ کروائیں مذید معلومات کے لیئے ٹیلی فون نمبر نوٹ فرمالیں۔ شُکریہ

Arshad Ahmad Shahbaz

-Chief Executive-

Fon: 06151 - 36 88 525

Fax: 06151 - 36 88 526

Notruf: 06151 – 35 333 46

info@shaheenreisen.de / www.shaheenreisen.de / Adresse: Martinstr. 87 - 64285 Darmstadt - Germany

Bankverbindung:Shaheen Reisen- IBAN-Code: DE58500100600584625606- BIC-Code: PBNKDEFF

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2015ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر 184)

قارئین الفضل کی خدمت میں ماہ نومبر 2015ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کے متعدد واقعات میں سے بعض واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محض اپنے فضل سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، اسیران کی رہائی اور شریروں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔ آمین

....

جہلم میں احمدیوں کی فیکٹری جلا دی گئی

جہلم، 20رنومبر 2015ء: جماعتِ احمدیہ کے مرکزی دفاتر کی جانب سے 21رنومبر کو درج ذیل پریس ریلیز جاری کی گئی:

”قرآن کریم کی مبینہ بے حرمتی کا شرانگیز الزام لگا کر جہلم میں معصوم احمدیوں کو زندہ جلانے کی کوشش کوئی احمدی قرآن کریم کی شان میں ادنی سی گستاخی کا سوچ بھی نہیں سکتا: ترجمان جماعت احمدیہ

چناب نگر ربوہ (پ ر) گذشتہ روز 20 نومبر کو

جہلم میں ایک شرانگیز منصوبے کے تحت قرآن کریم کی مبینہ بے حرمتی کا شر انگیز الزام لگا کر معصوم احمدیوں کو زندہ جلانے کی کوشش کی گئی۔ تفصیلات کے مطابق جہلم میں پچاس سال سے قائم ایک مشہور چپ بورڈ فیکٹری، جس کے مالکان جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں کو آگ لگا دی گئی۔ فیکٹری میں معمول کے مطابق چپ بورڈ کی تیاری کا کام جاری تھا کہ کسی نے مقامی مولویوں کو یہ شرانگیز اطلاع دی کہ فیکٹری میں چپ بورڈ کی تیاری کے لئے قرآن کریم جلا دئے گئے ہیں۔ بغیر کسی تحقیق کے مساجد کے لاؤڈ سپیکرز پر اعلان کروائے گئے کہ احمدیوں کی چپ بورڈ فیکٹری میں قرآن کریم کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ ان

اشتعال انگیز اعلانات سے علاقے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے مشتعل ہجوم میں تبدیل کر دیا گیا۔ جس نے فیکٹری پر پتھراؤ کیا اور توڑ پھوڑ کرنے کے بعد آتش گیر مادہ سے فیکٹری کو آگ لگا دی۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے موقع پر پہنچ کر فیکٹری کے اندر محبوس افراد کو نکالا۔ آگ لگنے سے فیکٹری کا 70 فی صد سے زائد حصہ جل کر تباہ ہو گیا ہے جبکہ فیکٹری کے احاطے میں موجود 8 گاڑیاں بھی جلا دی گئیں۔

اس افسوسناک واقعہ پر جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان نے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت فیکٹری کو آگ لگا کر احمدیوں کو زندہ جلانے کی عمداً کوشش کی گئی ہے۔ کسی شخص نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے دشمنی کی آگ کے تحت قرآن کریم کی مبینہ بے حرمتی کا شرانگیز الزام لگایا ہے۔ ترجمان نے بتایا کہ گذشتہ سال گوجرانوالہ میں 27 جولائی 2014 کو رمضان المبارک میں خانہ کعبہ کی بے حرمتی کا الزام لگا کر مشتعل ہجوم نے 3 احمدی خواتین کو زندہ جلا دیا تھا جبکہ تحقیقات کے بعد ثابت ہو گیا کہ مذکورہ الزام صدفی صد جھوٹ پر مبنی تھا اور ذاتی دشمنی کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہر احمدی تمام شعائر اللہ کا دل و جان سے احترام کرتا ہے کیونکہ مقدس کا احترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ ترجمان نے کہا کہ نیشنل ایکشن پلان کے تحت نفرت انگیز تقاریر پر پابندی صرف کاغذی کارروائی کی حد تک ہے جبکہ انتہا پسند عناصر کو احمدیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ شفاف تحقیقات کر کے چپ بورڈ فیکٹری میں آگ لگا کر زندہ انسانوں کو جلانے کی کوشش کرنے والے شر انگیز منصوبہ سازوں اور قانون شکن عناصر کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے اور قانون کے مطابق سخت سزا دی جائے۔“

جہلم میں جماعتِ احمدیہ کی مسجد پر حملہ

کالا گجراں، ضلع جہلم؛ 21رنومبر 2015ء: جہلم میں ایک احمدی کی ملکیتی فیکٹری کو آگ لگانے کے بعد شرپسندوں نے ضلع جہلم کے قصبہ کالا گجراں میں موجود احمدیہ مسجد پر حملہ کر کے اس کے سامان کو آگ لگا دی۔ اس واقعہ سے متعلق صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے درج ذیل پریس ریلیز جاری کی گئی:

”جہلم: جماعت احمدیہ کے افراد قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کی موجودگی میں شر پسند، قانون شکن عناصر کا نشانہ

کالا گجراں میں جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ پر حملہ کر کے سامان کو جلا دیا گیا: ترجمان جماعت احمدیہ

چناب نگر ربوہ (پ ر) جہلم کے علاقے کالا گجراں میں شر پسند عناصر نے جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ پر حملہ کر کے وہاں موجود سامان کی توڑ پھوڑ کرنے کے بعد گلی میں رکھ کر آگ لگا دی۔ 3 دن قبل 20رنومبر کو جماعت احمدیہ کے معاندین نے چپ بورڈ فیکٹری پر دھاوا بول دیا تھا اور فیکٹری کو آگ لگا دی تھی جبکہ فیکٹری میں لوگ موجود تھے۔ شر پسندوں کی کوشش تھی کہ اندر موجود افراد کو زندہ جلا دیا جائے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مدد سے فیکٹری میں موجود لوگوں کی جانیں بمشکل بچائی جا سکیں۔ گذشتہ روز مؤرخہ 21رنومبر 2015ء بروز ہفتہ کو انتہا پسند عناصر نے ایک جلوس کالا گجراں میں نکالا اور وہاں پر احمدیہ بیت الذکر کا گھیراؤ کر کے اُس کے اندر سے دریاں، صفیں اور دیگر سامان نکال کر عبادت گاہ کے سامنے سڑک پر رکھ کر جلا دیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ عبادت گاہ کا سامان جب جلایا گیا تو موقع پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار بھی موجود تھے اور انہوں نے شر پسند عناصر کو اس حرکت سے روکنے کی کوشش نہ کی۔ مسجد کا سامان جلانے کے بعد انتہا پسندوں نے مسجد کو دھویا اور اس کے بعد کھڑے ہو کر مولوی نے اذان دی اور نماز عصر پڑھی۔ بعد میں سرکاری انتظامیہ نے ان کو نکال کر مسجد کو تالا لگا دیا۔

ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان نے جہلم میں پُرتشدد

واقعات کی پرزور مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کی موجودگی میں جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ پر حملہ کیا گیا اور وہ قانون شکن عناصر کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے خاموش تماشائی بنے کھڑے دیکھتے رہے۔ ترجمان نے بتایا کہ فیکٹری کے نقصان اور آگ کے واقعہ کے بارہ میں شاملین کے خلاف FIR درج کرنے کے حوالے سے بھی پولیس کو درخواست دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جہلم اور اس کے اردگرد کے علاقوں کے احمدی افراد اپنے تحفظ کے لئے علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ترجمان نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد کو تحفظ فراہم کیا جائے اور جن شر پسندوں نے انسانی جانوں سے کھیلنے کی کوشش کی ہے ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے۔“

اس تمام تر واقعہ میں افسوسناک پہلو یہ ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی موجودگی میں یہ تمام کام کیے گئے، ملّاں نے لوگوں کو احمدیوں کی فیکٹری اور پھر اگلے روز احمدیوں کی مسجد پر حملہ کرنے پر ابھارا، لوگ اکٹھے ہوئے اور پھر حملہ کر بھی دیا گیا لیکن قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس حملہ کو روکنے کے لئے کوئی اقدامات نہ کیے۔

ایک عینی شاہد کے مطابق یہ فیکٹری پر ہونے والے حملہ کے بعد حملہ آوروں نے وہاں کی کالونی پر دھاوا بول دیا۔ اس نے ایک شخص کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ کالونی میں صرف احمدیوں کے گھروں پر حملہ کرو۔ عینی شاہد جن کا نام حفاظتی نقطہ نگاہ سے نہیں درج کیا جا رہا کا کہنا ہے کہ ان کے مطابق یہ ایک معجزہ ہے کہ کس طرح گھروں سے بھاگ کر کھیتوں اور جنگل کی طرف نکلنے والے احمدی بچوں اور مردوں عورتوں کی جان بچی کیونکہ شرّ پسندوں نے اپنے ہاتھوں میں ڈنڈوں اور ٹارچوں کے ساتھ ان کا پیچھا کرنا شروع کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا۔ انہیں بعد میں یہ بھی بتایا گیا کہ احمدیوں کے گھروں کے ساز و سامان کو پہلے لوٹا گیا یہاں تک کہ الماریوں میں موجود بچوں کے کپڑوں کو بھی اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد شر پسندوں نے گھروں کو آگ لگا دی۔ احمدی وہاں سے فرار ہونے کے بعد سخت سردی میں انتہائی خوف کی حالت میں کھلے آسمان تلے کھیتوں، ٹیلوں اور کھالوں کانٹوں کے اوپر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کے رضا کاران پر مشتمل مختلف ٹیمیں الگ سے احتیاط کے ساتھ ان لوگوں کی تلاش میں نکلیں اور صبح سات بجے تک ان تمام لوگوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کا عمل جاری رہا۔

بعض اطلاعات کے مطابق قانون نافذ کرنے والے ایک ادارے کے اہلکاروں نے احمدیوں کو حملہ کی زد میں آنے والی فیکٹری سے راہِ فرار اختیار کرنے اور ان کی جانیں بچانے میں مدد کی۔

اس تمام واقعات کے بعد انتظامیہ کے علم میں تھا کہ غیر احمدی اس وقت احمدیوں کے خلاف سرگرمِ عمل ہیں اور اگلے روز کے لئے ان کے ارادے کیا بن رہے ہیں لیکن پھر بھی انتظامیہ نے ان کو بدارادوں سے باز رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اگلے ہی روز اس فیکٹری سے کچھ فاصلہ پر موجود احمدیہ مسجد پر حملہ ہو گیا۔

ایک مقامی صحافی ناصر بٹ کے مطابق تو اس تمام تر حملہ کی ذمہ دار پولیس خود ہے کیونکہ اس مسجد پر حملہ سے پہلے وہاں پر RPO خود صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے پہنچ چکا تھا لیکن جیسے ہی ہجوم حملہ کے لئے وہاں پہنچا، پولیس وہاں سے غائب ہو گئی۔ (روزنامہ ڈان 27رنومبر 2015ء)

29رنومبر کے The News کے مطابق ایک ویڈیو میں مشتعل ہجوم کو احمدیہ مسجد کے سامان کو آگ لگاتے ہوئے دکھایا گیا ہے جبکہ ساتھ ہی ایک پولیس اہلکار خاموشی سے کھڑا ہوا ہے اور اس شر پسندی کے خلاف کوئی کارروائی کرتا دکھائی نہیں دیتا۔ مزید یہ کہ اس واقعہ کے ہو جانے کے 24رگھنٹے کے بعد وزیرِ اعلیٰ پنجاب کی طرف سے شر پسندوں کے خلاف کارروائی کرنے کے احکامات جاری کیے گئے۔

حکومت نے نیشنل ٹیلیوژن پر اس واقعہ کی خبر کو جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا روک دیا۔ اور بہت دیر تک میڈیا کو اس جلی ہوئی فیکٹری میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی تا کہ اس کی تصاویر نہ لی جا سکیں اور پبلک تک اس واقعہ میں ہونے والے ظلم کی درست تصویر نہ پہنچ سکے۔

(باقی آئندہ)

....

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت چودھری سردار خانصاحب کاہلوں

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 6 ستمبر 2011ء میں مکرم منصور احمد صاحب امیر ضلع حیدرآباد نے اپنے دادا حضرت چودھری سردار خان صاحبؓ آف چک چھور ضلع شیخوپورہ کا ذکرخیر کیا ہے۔ آپؓ ان خوش نصیب احباب میں شامل تھے جن کو حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی ابتدا میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آپؓ اپنے ایک بھائی چوہدری نواب خان صاحب کے ہمراہ گاؤں کے ایک حافظ قرآن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے بتایا کہ حضرت مرزا صاحب نے قادیان میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور مَیں نے بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔ اُسی وقت ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ ہماری بیعت کا بھی خط لکھ دیں۔

آپؓ کی دستی بیعت کا ریکارڈ دستیاب نہیں ہے۔ تاہم آپؓ ایک مخلص داعی الی اللہ اور جوشیلے احمدی تھے۔ آپؓ کی وفات 10 مئی 1935ء کو ہوئی۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور دو بیٹے عطا کئے۔ جن کی اولاد میں خدا کے فضل سے کئی خدمت کرنے والے موجود ہیں۔

محترمہ حاکم بی بی صاحبہ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 19 ستمبر 2011ء میں مکرمہ صفیہ بشیرالدین سامی صاحبہ نے ایک مضمون میں اپنی ساس محترمہ حاکم بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم سردار مصباح الدین صاحب (سابق مبلغ انگلستان) کا ذکرخیر کیا ہے۔

میری ساس محترمہ حاکم بی بی صاحبہ پہلی بار میرے گھر آئیں تو میرے ہاں پہلی بیٹی کے بعد دوسرے بچے کی ولادت متوقع تھی۔ انہوں نے ایک خواب کے نتیجہ میں کہا بیٹا ہوگا اور اُس کا نام منیر احمد تجویز کردیا۔ یہ بچہ آپ کی وفات کے پانچ ہفتہ بعد پیدا ہوا۔

اماں جی کا تعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک نامور زمیندار گھرانہ سے تھا۔ 7 سال کی عمر میں آپ کا رشتہ طے ہوگیا اور 13 سال کی عمر میں رخصتی ہوکر آپ سیالکوٹ آگئیں۔ لیکن اُس وقت آپ کے شوہر احمدی ہوچکے تھے اور قادیان میں زیرتعلیم تھے۔ باقی سسرال احمدی نہیں تھے۔ ایک روز ایک ہندو عورت نے آپ کو نصیحت کی کہ تم قادیان نہ جانا کیونکہ جو وہاں جاتا ہے وہ اپنا مذہب بدل لیتا ہے۔ آپ نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا اور کہا میری توبہ مَیں کبھی اپنا مذہب نہیں بدلوں گی اور نہ ایسی جگہ جاؤں گی۔

ابھی آپ کے شوہر زیرتعلیم ہی تھے کہ وہ آپ کو اپنے ہمراہ قادیان لے جانے کے لئے آگئے۔ اگرچہ گھر والے آپ کو قادیان نہیں بھجوانا چاہتے تھے لیکن شوہر کے پوچھنے پر آپ نے رضامندی ظاہر کردی تو گھر والوں نے اس شرط پر جانے کی اجازت دی کہ گھر سے کوئی سامان اپنے ساتھ لے کر نہیں جاسکتی۔ چنانچہ آپ نے سارا زیور اور کپڑے گھر میں ہی چھوڑ دیئے اور دونوں میاں بیوی خالی ہاتھ سٹیشن پر آگئے۔ آپ کے سُسر بھی سمجھاتے ہوئے سٹیشن تک ساتھ آئے لیکن دونوں میاں بیوی کا ارادہ نہ بدل سکے۔

آپ بیان کرتی ہیں کہ جب مَیں قادیان پہنچی تو میری ذمہ داریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کھانا بنانا مجھے بالکل نہیں آتا تھا صرف ساگ بنا سکتی تھی۔ پڑھائی بھی مَیں نے کوئی نہیں کی ہوئی تھی۔ صرف قرآن مجید کے چند پارے پڑھے تھے۔ ایک مرتبہ محمد حسن صاحب کی بیگم نے ہماری دعوت کی وہ کافی پڑھی لکھی اور ہنرمند بی بی تھیں۔ اُن کی اپنی لائبریری تھی۔ وہ اپنی لائبریری مجھے دکھاتی رہیں اور مختلف کتب کے بارہ میں بتایا۔ مَیں دل میں بہت شرمندہ تھی کہ کیسے انہیں بتاؤں کہ مجھے اُن کی کوئی بات سمجھ نہیں آرہی۔

پھر ایک دفعہ مَیں کسی کے گھر گئی تو ساتھ والے گھر سے حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کے تقریر کرنے کی آواز آرہی تھی۔ مَیں سُن کر گھر آگئی۔ اس وقت تک میں حضور کو نہیں جانتی تھی اور نہ احمدیت کے بارے میں کچھ علم تھا۔ گھر آکر اپنے شوہر کو بتایا کہ وہاں کوئی مولوی مانگنے والا آیا ہوا تھا۔ انہوں نے سمجھایا کہ ایسے نہیں کہتے وہ ہمارے حضور ہیں۔ اپنی ان کم علمیوں کی وجہ سے میں کافی دل برداشتہ ہوگئی اور چوری چھپے قاعدہ پڑھنا شروع کردیا۔ ایک دن اچانک میرے شوہر نے مجھے قاعدہ پڑھتے دیکھ لیا۔ مَیں تو ڈر گئی کہ جانے اب یہ کیا کہیں گے مگر وہ بہت خوش ہوئے۔ پھر آہستہ آہستہ کچھ دین کی بھی سمجھ آنے لگی اور جب مَیں نے احمدیت قبول کرلی تو میری دنیا ہی بدل گئی۔

ایک بار میرے شوہر نے حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کو کھانے کی دعوت دے دی۔ مَیں جو کھانا بنانے میں بالکل اناڑی تھی مشکل میں پڑگئی۔ کباب بنانے کے لئے قیمہ منگوایا اور پانی سے دیگچی بھر کر اس میں قیمہ ڈال کے پکنے کو رکھ دیا۔ پھر پانی خشک ہونے کا انتظار کرتی رہی۔ پانی بھی خشک ہوگیا لیکن کباب نہ بن سکے۔ پھر ایک اور خاتون کو مدد کے لئے بلایا اور بازار سے دوبارہ چیزیں منگوا کر کھانا تیار کیا۔ اس طرح ہم نے حضورؓ کی دعوت کی۔

وقت کے ساتھ ساتھ میں تھوڑی بہت سمجھدار بھی ہوگئی اور بچوں کی ماں بھی بن گئی۔ قرآن مجید ناظرہ، اردو، اور دیگر دینی باتیں سیکھیں۔ خط لکھنا سیکھا اور پہلا خط حضورؓ کی خدمت میں لکھا۔ حضورؓ نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا تم نے بعد میں آکر اتنا اچھا لکھنا شروع کردیا۔ اس تعریف نے میری مدد کی اور جلد ہی میرے مضمون ’’مصباح‘‘ میں چھپنے شروع ہوگئے۔

میرے شوہر مبلغ ہوکر انگلستان چلے گئے تو مجھے 20 روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا جس میں سے بچت کرکے مَیں نے دس مرلے زمین خرید کر گھر بنالیا۔ جب شوہر لندن سے واپس آئے تو وہاں سے صرف ایک گڑیا لائے، میرے منہ سے نکلا آپ تو ایسے لگتا ہے جیسے ساتھ والے گاؤں سے آئے ہیں۔ پھر ہم نے وہ مکان بیچ کر محلّہ دارالفتوح میں دو کنال پلاٹ میں گھر بنالیا۔ تب میرے شوہر کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر سراج الدین صاحب بھی احمدی ہوکر قادیان آگئے تو ساتھ کا دو کنال پلاٹ اُن کو لے دیا۔ چونکہ زمینداری میرے خون میں تھی اس لئے ہمیشہ گھر میں دودھ دینے والا جانور رکھا۔

میرے اندر احمدیت ایسے رچ بس گئی تھی کہ پھر کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو مجھے پیچھے دیکھنے پر مجبور کرتی۔ مَیں اپنے گھر سے خالی ہاتھ آئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے دین و دنیا سے مالا مال کیا۔ ہم دونوں کبھی واپس اپنے گھروں میں نہیں گئے۔ ہم نے کبھی اپنے ددھیال اور ننہال نہیں دیکھے۔ میرے تمام رشتے اور بہن بھائی وہی بن گئے تھے جو میرے قرب وجوار میں قادیان میں رہتے تھے۔

ہم نے اپنے بیٹے کی بسم اللہ کروانے کے لئے حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کو گھر پر دعوت دی۔ بچہ کو تیار کرکے اُسے ایک روپیہ دیا کہ جب حضور آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نے یہ نذرانہ حضور کو دینا ہے۔ لیکن ہؤا یہ کہ جیسے ہی حضور تشریف فرما ہوئے، بچے نے فوراً روپیہ نکال کر حضور کو پیش کردیا کہ یہ روپیہ آپ لے لیں مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ حضور کی شفقت دیکھیں کہ بچہ کے ہاتھ میں روپیہ پکڑایا اور پیار سے کہا کوئی بات نہیں اگر تمہیں پڑھنا نہیں آتا تو مَیں سکھاتا ہوں۔ اور پھر بچے نے آرام سے سبق سیکھا۔

مضمون نگار رقمطراز ہیں کہ محترمہ حاکم بی بی صاحبہ رؤیا صالحہ اور کشوف کی نعمت سے بہرہ ور تھیں۔ پاکستان بننے کے بعد ان کا گھرانہ چنیوٹ آگیا۔ یہاں غربت نے گھر میں ڈیرا ڈال دیا۔ آمدن کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کنبہ بہت بڑا تھا۔ شوہر نے ساری زندگی وقف میں ہی گزاری تھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ہر مشکل میں مدد کی۔ گھر کے گردونواح میں زیادہ تر مہاجر آباد تھے۔ آپ دل کھول کر اُن کی مدد کرتیں۔ دن رات قرآن کریم پڑھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ محلّہ بھر میں ’’بے بے‘‘ کے لقب سے مشہور ہوگئیں۔ نماز روزے کی پابند، تہجد گزار، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والی اور ہر وقت درود شریف کا ورد کرنے والی تھیں۔ وصیت کا چندہ باقاعدگی سے دیتیں بلکہ باقی چندوں میں بھی کبھی سستی نہ ہونے دیتیں۔ سادگی اس قدر تھی کہ سونا چاندی تو ایک طرف کبھی مصنوعی زیور بھی نہیں پہنتی تھیں۔

دونوں میاں بیوی چنیوٹ سے ربوہ جاکر نماز جمعہ ادا کرتے۔ جلسہ کے دنوں میں ربوہ میں ہی ٹینٹ لگا لیتے اور مہمان داری جاری رہتی۔ چنیوٹ کے گھر میں بھی مہمانوں کی آمد و رفت مسلسل جاری رہتی۔ مالی لحاظ سے تنگی ہونے کے باوجود جو کچھ بس میں ہوتا سامنے رکھ دیا جاتا۔ ایک مرتبہ آپ کے شوہر کسی مہمان کو لے کر آگئے کہ چائے بناؤ۔ آپ نے نہ جانے کہاں سے دودھ اور پتی لی اور گھر میں جس پیڑھی پر بیٹھی ہوئی تھیں اسی کو توڑ کر آگ جلائی اور مہمان کو چائے بنا کر پلائی۔ پانچ بیٹوں اور دو بیٹیوں کی ماں تھیں لیکن کمزور مالی حالت کے شکار اپنے بچوں کے سر پر بھی دست شفقت رکھا۔ اور پھر سب کو اپنے گھروں میں خوشحال دیکھ کر گئیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

مکرم آصف کھوکھر صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ یکم اکتوبر 2011ء میں مکرم محمد انیس صاحب دیالگڑھی کے قلم سے اُن کے ایک عزیز دوست مکرم محمد آصف کھوکھر صاحب آف گوجرانوالہ کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

مکرم آصف کھوکھر صاحب 9 ستمبر 2007ء کو کینیڈا میں وفات پاگئے۔ آپ 1974ء میں گوجرانوالہ سے نقل مکانی کرکے ربوہ میں آبسے تھے۔ اُس سال احمدیوں کے خلاف ہونے والے فسادات کے دوران گوجرانوالہ میں آپ کے گھر کا مال و متاع لوٹ لینے کے بعد بھی جب ظالموں کے سینے کی جہنم ٹھنڈی نہ ہوئی تو وہ آپ کے والد اور بڑے بھائی کو کھینچ کر بالائی منزل پر لے گئے۔ ہر ستم آزمایا۔ جب مار مار کر تھک گئے تو بڑے بھائی اشرف کھوکھر صاحب نے سخت تکلیف کی حالت میں پانی مانگا تو ظالموں نے قریب پڑی ہوئی ریت اُن کے منہ میں ڈال دی اور پھر چھت سے نیچے گلی میں گرادیا۔ پھر اُن کے والد مکرم افضل کھوکھر صاحب سے پوچھا کہ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ وہ باپ دیکھنے میں تو بیٹے سے نسبتاً بوڑھا لگتا تھا مگر اس نے ظالموں کو جواب دیا کہ تم نے میرے نوجوان بیٹے کے ساتھ ایسا وحشیانہ اور ظالمانہ سلوک میری آنکھوں کے سامنے کیا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس سے میری ہمت ٹوٹ گئی ہے تو یہ تمہاری غلطی اور بھول ہے۔ تم نے جو کرگزرنا ہے کرگزرو......اور وہ سفّاک کرگزرے۔

حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ نے اپنی خلافت کے آغاز میں ایک مجلس سوال و جواب میں باپ بیٹے کی عظیم الشان شہادت کا دردانگیز اور ایمان افروز واقعہ سنایا تھا۔

اس خاندان کی یہی قربانیاں تھیں کہ خلفاء احمدیت ہمیشہ مرحوم آصف کھوکھر سے بہت محبت کا سلوک کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ آپ کو اکثر پاس بلالیتے اور پُرشفقت گفتگو فرماتے۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ کے بعد نظر آئے تو دیکھتے ہی حضورؒ نے پیار سے فرمایا: آصف! تم امریکہ گئے ہوئے تھے اتنے دن نظر نہیں آئے۔

ایک روز حضورؒ اپنی زمینوں سے واپس قصر خلافت تشریف لائے تو ہاتھ میں ایک چکوترا تھا۔ حضورؒ نے نہایت پیار سے آصف کھوکھر صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: گریپ فروٹ۔ فرمایا: غلط۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ یہ چکوترا ہے اور گریپ فروٹ سے اس کا فرق بھی بتایا۔ پھر وہی چکوترا آپ کو عطا فرمادیا۔ اور آپ نے یہ تبرّک اپنے دوستوں کے ساتھ تقسیم کرکے کھایا۔

حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی عنایات مرحوم کی فیملی پر ہمیشہ رہیں۔ آپ کی ہمشیرگان کے رشتوں کے معاملات بھی حضورؒ نے طے فرمائے۔ ایک دفعہ سرِ راہ آپ کو دیکھا تو سائیکل سے اتر کر آپ سے ملے۔ (مضمون نگار لکھتے ہیں کہ) مَیں تو اس عظیم بزرگ کی شفقت اور محبت کے ساتھ اس کی بے تکلفی اور عاجزی پر بھی انگشت بدنداں تھا۔ شہادت کے بلند مرتبہ اور اس کی قدر و قیمت کا ان لوگوں کو ہی اصل اندازہ تھا۔

کربلا کیا ہے کیا خبر اس کو
جس کے گھر میں یہ واقعہ نہ ہوا

پھر حضورؒ نے ایک دفعہ آپ کے ساتھ کار کے بونٹ پر بیٹھ کر ایک تصویر بھی بنوائی۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 17 اکتوبر 2011ء میں مکرم حمیدالحامد صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

میانِ شور و شر موجود ہوں مَیں
ابھی بہرِ سفر موجود ہوں مَیں
مرے ہونے نہ ہونے سے تجھے کیا
مگر اے بے خبر موجود ہوں مَیں
نہ ہوتا مَیں تو کچھ حیرت نہ ہوتی
مگر اے ہمسفر موجود ہوں مَیں
بہت دن ہو گئے ہیں جیتے جیتے
حیاتِ مختصر موجود ہوں مَیں
بپا یادوں میں ہنگامے بہت ہیں
اے ہنگامِ سحر موجود ہوں مَیں
زمانہ سے ہو حد درجہ ہراساں
مگر اتنا نہ ڈر موجود ہوں مَیں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
February 12, 2016 – February 18, 2016

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday February 12, 2016

00:00 World News
00:20 Tilawat: Surah Al-Ankaboot, verses 24-33 with Urdu translation.
00:30 In His Own Words
01:00 Yassarnal Quran: Lesson no. 59.
01:20 Inauguration Of Baitul Wahid Germany: Recorded on May 27, 2015.
02:40 Spanish Service
03:10 Pushto Muzakarah
03:50 Tarjamatul Qur'an Class: Surah Al-Baqarah, verses 255-261 by Khalifatul-Masih IV (ra) in Urdu. Class no. 29. Rec. December 21, 1994.
04:50 Liqa Maal Arab: Session no. 344.
06:00 Tilawat: Surah Al-Ankaboot, verses 34-45 with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Hadith: The topic is 'importance of excelling in faith'.
06:30 Yassarnal Quran: Lesson no. 60.
07:00 Inauguration Of Mansoor Mosque: Recorded on May 23, 2015.
07:40 In His Own Words
08:20 Rah-e-Huda: Recorded on February 13, 2016.
09:55 Indonesian Service
11:00 Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 89.
11:40 Tilawat: Surah Az-Zumar, verses 53-76.
11:55 Seerat-un-Nabi: The topic of 'the mercy of the Holy Prophet Muhammad (saw)'.
12:30 Live Transmission From Baitul Futuh
13:00 Live Friday Sermon
14:00 Live Transmission From Baitul Futuh
14:35 Shotter Shondhane: Recorded on April 01, 2012.
15:45 In His Own Words
16:20 Friday Sermon [R]
17:30 Yassarnal Qur'an
18:00 World News
18:25 Inauguration Of Mansoor Mosque
19:35 Open Forum
20:20 Deeni-o-Fiqahi Masail
21:00 Friday Sermon [R]
22:20 Rah-e-Huda [R]

Saturday February 13, 2016

00:00 World News
00:20 Tilawat
00:35 Yassarnal Quran
01:00 Inauguration Of Mansoor Mosque
02:10 Friday Sermon: Recorded on February 12, 2016.
03:20 Rah-e-Huda: Recorded on February 13, 2016.
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 349.
06:00 Tilawat: Surah Al-Ankaboot, verses 46-53 with Urdu translation.
06:15 In His Own Words: Selected extracts from the writings of the Promised Messiah (as).
06:45 Al-Tarteel: Lesson no. 23.
07:15 Jalsa Salana Germany Address: Recorded on June 02, 2012.
08:15 International Jama'at News
08:50 Question & Answer Session: Rec. May 35, 1997.
10:05 Indonesian Service
11:05 Friday Sermon [R]
12:20 Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 1-20.
12:30 Al-Tarteel [R]
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: A poem request programme.
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Aadab-e-Zindagi
16:00 Live Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:20 Jalsa Salana Germany Address [R]
19:30 Faith Matters: Programme no. 185.
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda [R]
22:30 Story Time [R]
22:50 Friday Sermon [R]

Sunday February 14, 2016

00:05 World News
00:20 Tilawat
00:30 In His Own Words
01:00 Al-Tarteel
01:30 Jalsa Salana Germany Address
02:35 Story Time: Programme no. 26.
02:50 Friday Sermon: Recorded on February 12, 2016.
04:00 Aadab-e-Zindagi
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 350.
06:00 Tilawat: Surah Al-Ankaboot, verses 54-64 with Urdu translation.
06:15 Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein: Selected extrtacts from the writings of the Promised Messiah (as) about the existence of God.
06:35 Yassarnal Quran: Lesson no. 60.
07:00 Bustan-e-Waqfe Nau: Rec. March 10, 2013.
08:05 Faith Matters: Programme no. 185.
09:05 Question And Answer Session: Recorded on November 26, 1994.
10:00 Indonesian Service
11:10 Friday Sermon: Spanish Translation of Friday sermon delivered on October 24, 2014.
12:15 Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 21-36.
12:30 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 60.
13:00 Friday Sermon: Recorded on February 12, 2016.
14:10 Shotter Shondhane: Recorded on May 24, 2012.
15:15 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
16:20 Aadab-e-Zindagi
17:00 Kids Time: Programme no. 26.
17:30 Yassarnal Quran [R]
18:00 World News
18:25 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
19:30 Beacon Of Truth: Rec. November 22, 2015.
20:35 Ashab-e-Ahmad: An Urdu discussion on the lives of the companions of the Promised Messiah (as).
21:10 Guftugu-Ch Hameedullah: Programme no. 03.
22:00 Friday Sermon [R]
23:10 Question And Answer Session [R]

Monday February 15, 2016

00:00 World News
00:15 Tilawat
00:30 Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein: Prog. no. 29.
00:45 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 60.
01:15 Bustan-e-Waqfe Nau
02:25 Ashab-e-Ahmad
03:00 Friday Sermon: Recorded on February 12, 2016.
04:10 Guftugu-Ch Hameedullah: Programme no. 03.
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 347.
06:00 Tilawat: Surah Al-Ankaboot, verses 65-70.
06:10 Dars-e-Hadith: The topic is 'Oneness of Allah and rights of people'.
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 23.
07:00 Foundation Stone Of Baitus Salaam Mosque: Recorded on June 09, 2015.
08:00 International Jama'at News
08:30 Hijrat
09:05 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on December 01, 1997.
10:05 Friday Sermon: Indonesian translation of Friday Sermon delivered on September 18, 2015
11:15 Malyalam Service
12:00 Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 37-62.
12:15 Dars-e-Malfoozat [R]
12:30 Al-Tarteel [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on March 26, 2010.
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Malyalam Service [R]
15:40 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood: An Urdu discussion on the life and character of the Promised Messiah (as).
16:00 Rah-e-Huda: Recorded on February 13, 2016.
17:30 Al-Tarteel [R]
18:05 World News
18:25 Foundation Stone Of Baitus Salaam Mosque [R]
19:20 Somali Service
20:00 In His Own Words: Selected extracts from the writings of the Promised Messiah (as),
20:30 Rah-e-Huda [R]
22:05 Friday Sermon [R]
23:15 Malyalam Service [R]

Tuesday February 16, 2016

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:40 Al-Tarteel
01:20 Foundation Stone Of Baitus Salaam Mosque
02:50 Friday Sermon
03:50 Hijrat
04:25 Homeopathy And Its Miracles
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 348.
06:00 Tilawat: Surah Ar-Room, verses 1-13 with Urdu translation.
06:15 Dars Majmooa Ishtehara'at: Writings and announcements made by the Promised Messiah (as) published in newspapers.
06:30 Yassarnal Quran: Lesson no. 61.
07:00 Bustan-e-Waqfe Nau: Rec. March 10, 2013.
08:30 Aao Urdu Seekhain
09:00 Question And Answer Session: Recorded on November 26, 1994.
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on February 12, 2016.
12:05 Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 63-86.
12:30 Yassarnal Quran [R]
13:00 Faith Matters: Programme no. 185.
14:00 Bangla Shomprochar
15:00 Spanish Service: Programme no. 14.
15:35 Open Forum
16:05 From Democracy To Extremism
17:00 Aadab-e-Zindagi
17:40 Yassarnal Quran [R]
18:00 World News
18:15 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
19:25 Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on February 12, 2016.
20:30 Live The Bigger Picture: Discussing contemporary social issues with a panel of experts.
21:15 Aao Urdu Seekhain [R]
21:30 In His Own Words
22:00 Faith Matters: Programme no, 185.
23:00 Question And Answer Session [R]

Wednesday February 17, 2016

00:00 World News
00:15 Tilawat
00:25 Dars Majmooa Ishtihirat
00:40 Yassarnal Quran
01:00 Bustan-e-Waqfe Nau
02:00 Aao Urdu Seekhain
02:15 From Democracy To Extremism
03:15 Story Time
03:30 Aadab-e-Zindagi
04:05 Noor-e-Mustafwi
04:25 Australian Service
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 339.
06:00 Tilawat: Surah Ar-Room, verses 36-45 with Urdu translation.
06:15 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein: The topic is 'the existence of God Almighty'.
06:35 Al-Tarteel: Lesson no. 23.
07:05 Jalsa Salana Canada Address: Rec. July 08, 2012.
08:15 Qur'an-e-Kareem Quiz
09:00 Question & Answer Session: Rec. May 24, 1997.
10:20 Indonesian Service
11:20 Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on February 12, 2016.
12:25 Tilawat: Surah As-Sajda, verses 1-25.
12:40 Al-Tarteel: Lesson no. 23.
13:10 Friday Sermon: Recorded on March 19, 2010.
14:10 Bangla Shomprochar
15:10 Deeni-o-Fiqahi Masail: Programme no. 90.
15:40 Kids Time: Programme no. 26.
16:15 Faith Matters: Programme no. 188.
17:20 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:20 Jalsa Salana Canada Address [R]
19:30 French Service: Episode no. 12.
20:30 Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
22:00 Friday Sermon [R]
23:00 Intekhab-e-Sukhan: Rec. February 13, 2016.

Thursday February 18, 2016

00:00 World News
00:25 Tilawat
00:40 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00 Al-Tarteel
01:30 Jalsa Salana Canada Address [R]
02:40 Deeni-o-Fiqahi Masail
03:10 Open Forum
03:45 Faith Matters: Programme no. 188.
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 350.
06:05 Tilawat & Dars Majmooa Ishteharaat
06:45 Yassarnal Quran: Lesson no. 61.
07:05 Inauguration Of Baitul Qaadir Mosque: Recorded on June 09, 2015.
08:05 Beacon Of Truth: Rec. November 15, 2015.
09:05 Tarjamatul Quran Class: Rec December 22, 1994.
10:10 Indonesian Service
11:10 Japanese Service: Programme no. 10.
12:15 Tilawat: Surah As-Sajda, verses 26-47.
12:30 Dars Majmooa Ishteharaat [R]
12:45 Yassarnal Quran [R]
13:05 Beacon Of Truth: Rec. November 15, 2015.
14:05 Friday Sermon: Recorded on February 12, 2016.
15:10 Khilafat-e-Ahmadiyya Sal Ba Sal: About the blessings of Khilafat from 1908-2008.
15:40 Ilmul Abdaan
16:05 Persian Service: Programme no. 49.
16:35 Tarjamatul Quran Class [R]
17:35 Yassarnal Quran [R]
18:00 World News
18:25 Inauguration Of Baitul Qaadir Mosque
19:30 Faith Matters: Programme no. 188.
20:30 German Service: Recorded on February 11, 2016.
21:35 Tarjamatul Quran Class [R]
22:55 Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
Vol 23 Friday 12 February , 2016 Issue No. 07

2014 - 2015ء میں جماعت احمدیہ عالمگیر پر نازل ہونے والے بے انتہا فضلوں کا ایمان افروز تذکرہ

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے تحت جاری مختلف نشریات کے شیریں ثمرات کا تذکرہ۔ افریقہ کے مختلف ممالک میں احمدیہ ریڈیوز کے ذریعہ اسلام احمدیت کے پیغام کی وسیع پیمانے پر تشہیر۔ ایم ٹی اے کے علاوہ مختلف ممالک کے مقامی ٹی وی چینلز اور اسی طرح مقامی ریڈیوز پر پروگرام۔ اخبارات کے ذریعہ جماعتی پیغام کی تشہیر۔ تحریک وقف نو، مخزن تصاویر، احمدیہ آرکائیو ریسرچ سینٹر، مجلس نصرت جہاں، ہیومینٹی فرسٹ اور خدمت انسانیت کے مختلف پروگراموں کا تذکرہ۔ قیدیوں سے رابطہ، نومبائعین سے رابطوں کی تفصیلات۔

اس سال 113 ممالک کی 391 اقوام کے 5 لاکھ 67 ہزار 330 افراد بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ قبولِ احمدیت کے ایمان افروز واقعات

جماعت احمدیہ یوکے کے 49ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر 22 اگست 2015ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا حدیقۃ المہدی، آلٹن میں دوسرے دن بعد دوپہر کا خطاب

دوسری و آخری قسط

ایم ٹی اے انٹرنیشنل

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی کام ہو رہا ہے۔ بڑی وسعت اس میں پیدا ہو چکی ہے۔ سب ٹائٹلنگ (subtitling) کی صورت کے ساتھ اب خطبات بھی آتے ہیں۔ ان کے سٹوڈیو وغیرہ میں وسعت دی گئی ہے۔ جلسہ سالانہ برطانیہ پر اب آج کل افریقن ممالک کے لئے خصوصی نشریات بھی ہیں۔ یوں تو سیٹلائٹ اور انٹرنیٹ کے ذریعہ ایم ٹی اے کے تمام پروگرام دنیا کے ہر کونے میں پہنچ رہے ہیں مگر جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر حدیقۃ المہدی سے امسال چار افریقن ممالک گھانا، نائیجیریا، سیرالیون اور یوگنڈا کے سات چینل جو ان کے اپنے لوکل چینل ہیں خصوصی نشریات کا اہتمام بھی کر رہے ہیں۔ ایم ٹی اے افریقہ پروجیکٹ بھی اب اللہ کے فضل سے کام کر رہا ہے اور غانا میں نیشنل ٹی وی اور سائن پلس (Cine Plus) چینل پر ہفتہ وار ایک slot حاصل کیا گیا ہے جس پر جماعتی پروگرام دکھائے جا رہے ہیں۔ تبلیغی کام بھی ان سے ہو رہا ہے۔ غانا میں ایک وسیع سٹوڈیو کمپلیکس بھی تعمیر کے مراحل میں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں سے ایم ٹی اے کا افریقہ کے ریجن کے لئے علیحدہ سٹوڈیو کام کرے گا اور افریقن ریجن کو انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کا پیغام پہنچائے گا، اسلام کا پیغام پہنچائے گا۔

ملک مالی میں ایک میڈیا گروپ Africable ہے جس نے 2004ء میں Africable ٹی وی سیٹلائٹ شروع کیا تھا۔ یہ افریقہ کے تیرہ ممالک میں سب سے مقبول پرائیویٹ چینل ہے۔ اس کے مالک نے اب ٹی این ٹی سیٹ افریقہ (TNT SAT AFRICA) کے نام سے پچاس فری چینل پر مشتمل ایک سروس شروع کی ہے۔ یہ ویسٹ افریقہ کو کور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت مالی کو یہ توفیق ملی ہے کہ ان فری چینلز میں ایم ٹی اے بھی شامل کروایا گیا ہے اور اس سروس پر چینل نمبر 36 ایم ٹی اے کا ہے۔ اس کمپنی کا ٹارگٹ ہے کہ پینتیس لاکھ گھروں تک یہ سہولت پہنچائی جائے۔ اس طرح ٹارگٹ مکمل ہونے پر ایم ٹی اے کی نشریات انشاء اللہ تین سو ملین افراد تک پہنچیں گی۔

ایم ٹی اے کے ذریعہ سے بیعتیں

ایم ٹی اے کے ذریعہ سے بیعتیں۔ گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ گاؤں مَامَت فانہ (Mamt Fanna) میں مولویوں کی وجہ سے جماعت کی شدید مخالفت ہوئی۔ گاؤں میں جن لوگوں نے احمدیت قبول کی تھی انہوں نے ایم ٹی اے لگوالیا اور پروگرام دیکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمدیت میں لوگوں کی دلچسپی بڑھنے لگی اور آہستہ آہستہ مخالفین بھی ایم ٹی اے کے پروگرام دیکھنے لگے اور لوگ جو جماعت کے شدید مخالف تھے جب خطبہ سنتے اور دیکھتے تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کی مخالفت تو نہیں ہونی چاہئے۔ اور کہتے ہیں اس جگہ پر 350 افراد نے احمدیت قبول کر لی۔

امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ 'مَامَت فانہ' گاؤں میں ایک خاتون احمدی ہوئیں اور ایم ٹی اے کے پروگرام دیکھنے شروع کئے۔ موصوفہ کے خاوند احمدیت کے شدید مخالف تھے۔ انہوں نے گھر میں جماعت اور خلافت کے بارے میں بات کی تو وہ خاوند غصے میں آ گیا اور کہا کہ آج کے بعد گھر میں احمدیت کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوگی اور لوگوں کی موجودگی میں بیوی کو سخت برا بھلا کہا۔ موصوفہ نے حوصلے اور صبر کے ساتھ خاوند کی بات سن لی لیکن ثابت قدمی سے احمدیت کو تھامے رکھا اور مسلسل ایم ٹی اے دیکھتی رہیں۔ کچھ عرصے بعد خاوند نے بھی ایم ٹی اے دیکھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں ایک ماہ کے بعد موصوفہ کے خاوند نے بھی احمدیت قبول کر لی۔

قمر رشید صاحب صاحب لکھتے ہیں کہ کانڈی میں منعقد کی جانے والی نمائش کے موقع پر ایک دوست نمائش دیکھنے آئے۔ میری وہاں تصویر لگی ہوئی تھی۔ مختلف کتابیں دیکھتے ہوئے ان کی نظر اس پر پڑی تو کہنے لگے یہ تصویر کس کی ہے؟ جب انہیں بتایا گیا کہ ہمارے موجودہ خلیفہ کی ہے۔ تو اس پر کہنے لگے کہ یہ آدمی تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ میں اس کو روز اپنے ٹی وی پر دیکھتا ہوں۔ مجھے اس کی زبان تو سمجھ نہیں آتی۔ لیکن بہرحال اس کے بعد ان کو بتایا گیا کہ اس پر فرنچ ترجمہ بھی آتا ہے وہ سنا کریں اور انہیں ریسیور کی سیٹنگ کے بارے میں بتایا گیا۔ بہت خوش ہوئے اور پھر انہوں نے اس کے مطابق کر لیا۔

احمدیہ ریڈیو کے ذریعہ سے قبول احمدیت بھی ہو رہی ہے۔ برکینا فاسو کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ برکینا فاسو کے ریجن 'فادا' میں بھی ریڈیو کے ذریعہ اسلام احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہے اور دور دراز علاقوں سے لوگ فون کر کے بتاتے ہیں کہ وہ احمدیت کو نہ صرف پسند کرتے ہیں بلکہ سمجھتے ہیں کہ یہی حقیقی اسلام ہے اور یہی تعلیم دنیا کی ہدایت کا باعث بن سکتی ہے چنانچہ ایک دفعہ ایک سو دس کلومیٹر دور سے جنگل کے علاقے سے ایک شخص نے مشن کو فون کیا کہ میں آپ کی تعلیم کو باقاعدگی سے سنتا ہوں اور میں سمجھ گیا ہوں کہ جماعت احمدیہ جو تعلیم دے رہی ہے وہی اسلام کی اصل تعلیم ہے۔ چنانچہ آج سے میں اور میرا خاندان جماعت احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو کے ذریعہ سے بھی بہت سارے لوگ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ بینن میں بھی ریڈیو کے ذریعہ بہت سارے لوگ جماعت میں شامل ہوئے۔ Bandundu کانگو کنشاسا میں بھی۔ مختلف جگہوں کے واقعات ہیں۔

ایک صاحب کیتھولک عیسائی ہیں ہمارے مبلغ کو لکھتے ہیں کہ میں ہر جمعہ پر ریڈیو پر اسلام احمدیہ کی نشریات سنتا ہوں۔ آپ کے پروگراموں سے میں اخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہوں۔ اب تو میں ہر جمعہ اپنے خاندان اور دیگر افراد کو جمع کر کے آپ کا پروگرام دوسروں کو بھی سناتا ہوں۔ اگر کبھی ہم نے اپنا مذہب تبدیل کیا تو سچے اسلام احمدیت میں ہی داخل ہوں گے۔ انشاء اللہ

ایم ٹی اے کے علاوہ دیگر ممالک کے ٹی وی چینلز پر کوریج

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی چوبیس گھنٹے کی نشریات کے علاوہ مختلف ممالک کے ٹی وی چینلز پر بھی جماعت کو اسلام کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی۔ اس سال اٹھارہ سو بیاسی ٹی وی پروگراموں کے ذریعہ سے نو سو چوّن گھنٹے وقت ملا۔ اس طرح مختلف ممالک کے ملکی ریڈیو سٹیشنز پر نو ہزار ستّر گھنٹوں پر مشتمل دس ہزار پانچ سو چوالیس پروگرام نشر ہوئے۔ ٹی وی اور ریڈیو کے ان پروگراموں کے ذریعہ محتاط اندازے کے مطابق بیس کروڑ سے زائد افراد تک پیغام حق پہنچا۔ اس میں سیرالیون میں جماعتی ریڈیو اسٹیشن کے علاوہ دوسرے ملکی ریڈیو اسٹیشنز بھی شامل ہیں جہاں کافی کام ہو رہا ہے۔ غانا میں، نائیجیریا میں، گیمبیا میں، یوگنڈا میں، آئیوری کوسٹ میں، نائیجر میں، گنی کناکری میں، ٹوگو میں، لائبیریا میں، کونگو برازویل میں، مڈغاسکر میں، کونگو کنشاسا، سورینا، گیانا، فجی، طوالو، ہندوستان میں بھی، کینیڈا میں، ہالینڈ، جرمنی، مالٹا، آئرلینڈ، یوکے، سینیگال، بیلیز، ڈنمارک، یوایس اے، ناروے، کریباتی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے وسیع پیمانے پر جماعت کا پیغام پہنچ رہا ہے۔

جامعہ احمدیہ گھانا میں طلباء اور اساتذہ کا ایک پینل بنایا گیا ہے جو ایک پروگرام کرتا ہے اور پھر لوگوں کو فون پر ان کے جواب بھی دیتا ہے۔ امیر صاحب گھانا کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے بڑے وسیع علاقے میں احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہے اور لوگ اس پروگرام کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔

کونگو کنشاسا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے لوگ ٹی وی کے ذریعہ سے پیغام سنتے ہیں اور بڑا appreciate کر رہے ہیں اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعتیں بھی ہو رہی ہیں۔

اخبارات میں جماعتی خبروں کی اشاعت

اخبارات میں جماعتی خبروں اور مضامین کی اشاعت۔ اخبارات میں بھی جماعتی خبریں اور آرٹیکل شائع ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر تین ہزار سات سوتیس اخبارات نے چھ ہزار آٹھ جماعتی مضامین، آرٹیکل اور خبریں وغیرہ شائع کیں۔ اخبارات کے قارئین کی مجموعی تعداد تقریباً ستاسٹھ کروڑ اڑتیس لاکھ چھیاسی ہزار سے اوپر بنتی ہے جہاں اس ذریعہ سے ان تک پیغام پہنچا۔

تحریک وقف نَو

تحریک وقف نو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال واقفین نو کی تعداد میں دو ہزار چھ سو تراسی واقفین کا اضافہ ہوا ہے۔ اس اضافے کے بعد واقفین کی کل تعداد چھپن ہزار آٹھ سو اٹھارہ ہو گئی ہے۔ اس میں دنیا بھر کے 105 ممالک سے واقفین نَو شامل ہیں۔ لڑکوں کی تعداد چونتیس ہزار آٹھ سو اسّی۔ لڑکیوں کی تعداد اکیس ہزار

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں